مسلسل اشاعت کے انچاس سال

بیاد شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ

دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کا علمی و دینی مجلہ

ماهنامه الحق

587
رمضان ۱۴۳۵ھ
جولائی 2014ء

مدیر مسئول مولانا سمیع الحق

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ سَیِّدِنَا مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَ عَلیٰ اٰلِہٖ وَسَلِّم تَسلِیمًا

اے بی سی آڈٹ بیورو سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

ماہنامہ
الحق
اکوڑہ خٹک

جلد نمبر 49
شمارہ نمبر 10
رمضان ۱۴۳۵ھ
جولائی ۲۰۱۴ء

مدیر اعلیٰ: حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ
نگران: حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ
مدیر: حافظ راشد الحق سمیع حقانی
ناظم شفیق الدین فاروقی

اس شمارے کے مضامین

ماہنامہ الحق دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ (خیبر پختونخوا) پاکستان۔
فون نمبر: +92 923 -630435
فیکس نمبر: +92 923 -630922
ای میل: Email: editor_alhaq@yahoo.com
فیس بک ایڈریس: facebook\Alhaq Akora Khattak
ویب سائٹ: www.jamiahaqqania.edu.pk
سالانہ بدل اشتراک اندرون ملک فی پرچہ -/30 روپے۔ سالانہ -/350 روپے۔ بیرون ملک 35$ امریکی ڈالر
پبلشر: مولانا سمیع الحق، مہتمم جامعہ دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک۔ منظور عام پریس پشاور
کمپوزنگ: بابر حنیف

نقش آغاز — بسم اللہ الرحمن الرحیم — راشد الحق سمیع حقانی

مذاکراتی عمل سے لے کر آپریشن تک
لاکھوں قبائلیوں کی دربدری کی داستان

تحریک طالبان پاکستان سے نئی حکومتِ وقت نے آل پارٹیز کانفرنس اور پارلیمنٹ کی سفارشات کی روشنی میں مذاکرات کرنے کا فیصلہ کیا تھا کہ آخرکار ملک میں دس برس سے جاری خانہ جنگی اورطویل بربادی وانتشارکو ہرحالت میں اب رُکنا چاہیے۔ چنانچہ وزیراعظم پاکستان میاں محمد نواز شریف نے حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ سے ملاقات کی اور اِن سے اِس سلسلے میں قیامِ امن اورصلح کے لئے اپنا کردار ادا کرنے کیلئے تعاون مانگا لیکن اس اعلان کے فوراً بعد حکومتی اتحادیوں سے حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کا یہ کردار ہضم نہ ہوسکا اور انہوں نے وزیراعظم پاکستان پر دباؤ ڈالا کہ حضرت مولانا سمیع الحق صاحب کو اِس کارِ خیر کیلئے منتخب نہ کیا جائے اور انہیں یہ کریڈٹ نہیں دینا چاہیے۔ چنانچہ کمزور اعصاب ،سیاسی ناپختگی کے حامل وزیراعظم اپنے فیصلے سے وقتی طور پر پیچھے ہٹ گئے لیکن دوسری جانب تحریک طالبان پاکستان نے یہ اعلان کردیا کہ ہم حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ پر مکمل اعتماد کرتے ہیں اور ملک میں قیامِ امن اور مذاکراتی عمل کے لئے اِن کی تائید و حمایت کرتے ہیں۔ لہٰذا ملک میں پہلی مرتبہ باقاعدہ مذاکرات کا عمل شروع ہوگیا اور دونوں جانب سے آہستہ آہستہ جنگ بندی کا آغاز ہوگیا گوکہ درمیان میں اِکا دُکا افسوسناک واقعات وقوع پذیر ہوئے ،لیکن تحریک طالبان نے اِن سے قطعی لاتعلقی اور پہلی مرتبہ مذمت کا اظہار بھی کیا۔ بہرحال مذاکرات کا صبر آزما اور مشکل عمل آہستہ آہستہ کامیابی کی جانب بڑھتا چلا گیا اور مذاکراتی کمیٹیوں اور خصوصاً حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کے کلیدی کردار کے باعث حکومت ،فوج اور تحریک کے درمیان ملاقاتوں کے باقاعدہ دور بھی ہوئے۔ جس سے دونوں فریقوں نے ایک دوسرے کے نقطہ نظر کوغور سے سنا اور ایک دوسرے کے مطالبات پر کھل کر بحث کی۔ اِن کامیاب مذاکرات کے باعث ہی ملک کی دس سالہ تاریخ میں پہلی مرتبہ پانچ چھ مہینے نسبتاً قیامِ امن کے حوالے سے مثالی رہے۔ اور اس کا اعتراف وزیراعظم پاکستان میاں نواز شریف اور خصوصاً وزیرداخلہ چوہدری نثار صاحب نے بار بار دہرایا کہ مذاکرات کے دورانیے کے نتیجے میں کم سے کم انسانی جانوں کا ضیاع ہوا اور یہ ملک کیلئے بہت بڑا بریک تھرو ہے گوکہ دونوں جانب سے چند مطالبات پر وقتی تناؤ اور توقف سامنے آتا رہا لیکن

مذاکرات کی ناؤ آہستہ آہستہ ساحلِ عافیت کی جانب بڑھتی رہی۔ لہٰذا یہ خوش آئند صورتحال امریکہ اور مذاکرات مخالفت عناصر کوایک آنکھ نہ بھائی اور انہوں نے اِس کامیاب ہوتے ہوئے عمل کی بیخ کنی کیلئے کئی محاذوں پر کام شروع کردیا اور بلآخر اپنے عزائم میں یہ کامیاب ہوگئے اور مذاکراتی عمل کواچانک بغیر کسی اطلاع کے سبوتاژ کردیا گیا اور اچانک ہی شمالی وزیرستان میں فوجی آپریشن کا اعلان کردیا گیا۔ جس کے نتیجے میں اب تک ۹ لاکھ کے لگ بھگ معصوم، بے گناہ قبائلی، شہری اس شدید گرمی اور رمضان المبارک کے مقدس مہینے میں وہاں سے ہجرت کرنے پر منتقل ہوگئے ہیں۔ اور بنوں، ڈی آئی خان، کرک وغیرہ کے گرم ترین صحرائی علاقوں میں بے یارومددگار پڑے ہوئے ہیں۔ گوکہ اب حکومت ان کے لئے انتظامات کررہی ہے لیکن ۹ لاکھ افراد کو بنیادی ضروریات پہنچانا انسانی بساط سے باہر لگ رہا ہے۔ اگر آپریشن کا ارادہ تھا ہی تو اِن بے گناہ شہریوں کے لئے مہینوں پہلے کیمپوں اور دیگر بنیادی ضروریات کا خیال اور انتظام کرنا حکومت وقت کا کام تھا، اسی طرح حکومت پاکستان سے اٹھارہ کروڑ عوام یہ سوال کرنے میں حق بجانب ہیں کہ آخر کیوں مذاکرات کی میز کس کی ایماء پر یکایک اُلٹ دی گئی۔ مذاکرات کی ناکامی کی ٹھوس وجوہات وزیر داخلہ اور وزیر اعظم پاکستان قوم کو کیوں نہیں بتاتے؟ وہ کیا بنیادی عوامل تھے جس کی بنیاد پر پانچ چھ مہینے کی محنت پر راتوں رات پانی بہادیا گیا؟ یہ آپریشن دس برس سے کیوں نہیں کیا جارہا تھا؟ اور کیا سوات، اورکزئی، باجوڑ ایجنسی، جنوبی وزیرستان فوجی آپریشنز سے دہشت گردی پر قابو پالیا گیا؟ اور کیا امریکہ نیٹو نے اپنے تمام جدید فوجی ٹیکنالوجی استعمال کرنے کے بعد بھی تحریک طالبان افغانستان کو قابو کرکے شکست دے دی ہے؟ اور کیا امریکہ نے قبائلی علاقوں میں سینکڑوں ڈرون حملوں کے بعد القاعدہ کو ختم کردیا ہے؟ یا حقیقت میں القاعدہ وزیرستان، افغانستان سے پھیل کر یمن، صومالیہ، سوڈان، عراق، شام وغیرہ میں بھی مزید قوت کے ساتھ جدید شکل ''داعش'' کی صورت میں نہ اُبھری؟ پھر اِسی طرح قبائل کی تمام ایجنسیوں اور خصوصاً کراچی جیسے شہر میں طالبان قوت کیا اب تک موجود اور موثر نہیں؟ سوال یہ ہے کہ ماضی کے تمام تجربات اور زمینی حقائق اس بات کی نشاندہی کررہے ہیں کہ ان لوگوں کے ساتھ مذاکرات اور امن وصلح کے ذریعے ہی ٹھوس، دیرپا اور حقیقی امن قائم ہوسکتا ہے۔ ورنہ آگ وخون کا یہ خطرناک کھیل بدقسمتی سے برسوں مزید جاری رہے گا۔ پھر افغانستان سے امریکی نیٹو افواج کے انخلاء اور وہاں پر پُراِسرار ناکام صدارتی انتخابات کے نتیجے میں پشتونوں اور فارسی بانوں کے درمیان اختلافات مزید ابھر کر سامنے آگئے ہیں۔ جس سے افغانستان کی تقسیم کا خطرہ پہلے سے زیادہ بڑھ گیا ہے۔ ان تمام عوامل کے ہوتے ہوئے اور خصوصاً تحریک طالبان افغانستان کے بڑھتے ہوئے اثرات وفتوحات کے

بعد تحریک طالبان پاکستان کیلئے بھی وہاں پر حکومت پاکستان سے لڑنے کیلئے نئے مواقع کا امکان مزید بڑھ گیا ہے جو لوگ اس خوش فہمی میں ہیں کہ صرف شمالی وزیرستان میں آپریشن کے بعد امن کا پرچم پورے پاکستان پر لہرائے گا تو یہ زمینی حقائق سے سراسر چشم پوشی ہے، عالمی مبصرین، تجزیہ کار اور خصوصاً بی بی سی کا تجزیہ یہی ہے کہ ''پاکستان کی مشکلات مزید بڑھیں گی کم نہ ہوں گی، لہٰذا جنگ و جدل دونوں فریقوں کے مسائل کا حل نہیں۔'' آخر کار جنگِ عظیم کا نتیجہ بھی مذاکرات ہی تھا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ پاکستان کے احوال پر رحم فرمائے اور پاکستان سمیت دنیا بھر میں حقیقی امن قائم کرے۔ امین

مذاکراتی کمیٹی کے سربراہ حضرت مولانا سمیع الحق صاحب کا آپریشن کے بعد اہم پالیسی بیان

راولپنڈی (۳۰۔جون) مذاکراتی کمیٹی کے روح رواں اور اس عرصے میں میڈیا کی توجہ کا مرکزی کردار جمعیت علماء اسلام (س) کے امیر اور طالبان مذاکراتی کمیٹی کے سربراہ مولانا سمیع الحق نے ''گویم مشکل وگرنہ گویم مشکل'' کے مصداق حکومت طالبان مذاکرات کے ڈراپ سین اور شمالی وزیرستان میں آپریشن کے حوالے سے محتاط طرز عمل اختیار کرتے ہوئے شمالی وزیرستان میں آپریشن کے بعد پہلی بار اتوار کو اکوڑہ خٹک سے فون پر روزنامہ ''نوائے وقت'' کے چیف رپورٹر جناب سلطان سکندر سے خصوصی بات چیت کرتے ہوئے کہا کہ میڈیا سے بات نہ کروں تو کہتے ہیں کہ خاموش ہوگئے اور اگر بات کروں تو کہتے ہیں کہ سیاسی پوائنٹ سکورنگ کر رہا ہوں لیکن میں اس تمام افسوسناک صورتحال پر خاموش نہیں ہوں بلکہ صدمے و سکتے کی حالت میں ہوں کہ ہماری چار پانچ ماہ کی مخلصانہ کوششوں پر پانی پھر دیا گیا۔ اس دوران ملک میں امن قائم ہوا، ہم دل سے چاہتے ہیں کہ حقیقی امن قائم ہو لیکن اس سلسلے میں تمام کوششوں کو یک لخت ختم کردیا گیا۔ اور وجوہات سے بھی آگاہ نہیں کیا گیا، اب ہماری ساری توجہ آئی ڈی پیز کے ساتھ تعاون اور ان کی بحالی پر مرکوز ہے۔ اس سلسلے میں ہماری جمعیت کے رہنما شاہ عبدالعزیز اور مولانا یوسف شاہ دیگر علماء اور دینی مدارس کے مہتمم حضرات کے ہمراہ جنوبی اضلاع میں رات دن اس کام میں سرگرم عمل ہیں، دوسو سرکاری سکولوں کے علاوہ تمام دینی مدارس میں آئی ڈی پیز کو رہائش کے علاوہ دیگر سہولتیں دی جارہی ہیں' ہم نے چار پانچ سو علماء کا اجلاس بلا کر انہیں آئی ڈی پیز کی دیکھ بھال کی ذمہ داریاں ادا کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس سلسلے میں کرک اور دیگر اضلاع میں کمیٹیاں تشکیل دی گئی ہیں۔ علماء خطبات جمعہ میں عطیات کیلئے اپیلیں کررہے ہیں۔

اسرائیل کی غزہ پر وحشیانہ بمباری وجارحیت اور عالم اسلام کی روایتی بے حسی و بیچارگی

مسئلہ فلسطین جو دنیا بھر کے تمام اہم مسائل کی بنیاد ہے اور اسی مسئلے پر عالمی قوتوں کی دوغلی پالیسی اور عالم اسلام کے حکمرانوں کی بے حسی اور منافقانہ کردار کے باعث یہ مسئلہ وقتاً فوقتاً آتش فشاں کی مانند لاوا اُگلتا رہتا ہے اور بدقسمتی سے اس کا ایندھن نہتے ،معصوم فلسطینی شہری ، بچے اور عورتیں بنتی ہیں۔اس رمضان المبارک میں بدبخت اسرائیل یہودی،امریکہ اور مغرب کی ایماء پر مسلمانوں پر ظلم و بربریت کے ایسے ایسے پہاڑ گرار ہے ہیں جس کے نیچے انسانیت کراہ رہی ہے۔دراصل یہ مسلمانوں کے ایمانی غیرت کے جانچنے کا ایک پیمانہ ہے،اس تازہ بربریت پر قلب حزیں اور خشک انگلیاں نیا کچھ نہیں لکھ سکتیں ۔ہم صرف فلسطینیوں کو اپنے ناتواں قلم کی سیاہی، چند بے ربط سطروں اور جلے دل کی قاشوں کے علاوہ کچھ بھی پیش نہیں کرسکتے اور نہ ہی ہماری آہِ نارسا میں وہ گرمی اور وہ تب وتاب ہے جو درقبولیت تک پہنچ سکے۔آج سے دس برس قبل کی میری یہ تحریر اس موضوع پر نذر قارئین ہے کیونکہ ان دس سالوں میں بھی صورتحال وہیں کی وہیں رہی۔ارض فلسطین کے مظلوم باسیوں کیلئے نہ آسماں بدلا ، نہ زمیں بدلی ،نہ عالم اسلام ان کی مدد کو پہنچا،نہ مسلم حکمرانوں کے سفاک دلوں میں کوئی نرمی آئی۔ کیونکہ عالمی دنیا اور خصوصاً عالم اسلام اور اسکی قیادت ورلڈ کپ فٹبال کے تماشوں میں ڈوبی ہوئی ہے

بجھی عشق کی آگ اندھیر ہے ۔ مسلماں نہیں راکھ کا ڈھیر ہے (راشد الحق سمیع)

زخم زخم اور دھواں دھواں سرزمین فلسطین پر ان دنوں آگ وخون کی ایسی بارش اسرائیل اور امریکہ برسا رہا ہے کہ اس ظلم اور بربریت پر زمین و آسمان دونوں خون کے آنسو بہا رہے ہیں لیکن عالم اسلام اور بالخصوص عالم عرب اپنے ہی مسلم بھائیوں اور بہنوں پر یہود ونصاریٰ کی بپا کردہ قیامت سے بیگانہ اور خواب غفلت میں حسبِ سابق مستِ الست پڑے ہوئے ہیں۔ ذرائع ابلاغ اور خصوصاً عرب نیوز چینلو پر فلسطینیوں کے بچے اور بوڑھی مائیں عالم اسلام اور خصوصاً عرب حکمرانوں کو پکار پکار کرتھک گئے ہیں اور عربوں کو غیرت دلاتے دلاتے ان کی آنکھوں کے آنسو بھی خشک ہو گئے ہیں لیکن کہیں سے کوئی ان کی مدد کے لئے نہیں پہنچا۔ اور کسی بھی کونے اور سمت سے محمد بن قاسمؒ سلطان صلاح الدین ایوبیؒ ان کی نصرت کیلئے نہیں آیا۔ ظالم اسرائیلوں نے اس بار نہتے اور معصوم فلسطینیوں پر جدید ترین امریکی لڑاکا طیاروں اور ٹینکوں کی مدد سے وہ آگ برسائی ہے کہ فلسطین کے بڑے بڑے اہم شہروں کی اینٹ سے اینٹ بجادی گئی ہے' ہزاروں افراد کو شہید کیا گیا،سینکڑوں کو اس

بار زندہ بھی جلا دیا گیا ہے (جن میں ڈاکٹرز' نرسز اور امدادی کارکن بھی شامل ہیں) درجنوں افراد کو ٹینکوں کے نیچے کچلا جا رہا ہے اور بے گناہ قید کیے گئے' سینکڑوں نوجوانوں کو بے دردی کے ساتھ ذبح کیا جا رہا ہے۔ لیکن اس بدترین دہشت گردی اور بربریت پر امریکہ اور اسکے حواری نہ صرف خاموش بلکہ خوش ہیں اور امریکہ اسرائیل کی مکمل حمایت اور تحفظ دینے کے لئے بڑی بے شرمی کے ساتھ تمام عالمی فورمز پر اس کے ساتھ کھڑا ہے اور کولن پاول اور صدر بش سمیت تمام امریکی اعلیٰ عہدے دار فلسطینیوں ہی کو اپنے بیانات میں مجرم اور دہشت گرد ٹھہرا رہے ہیں اور اسرائیلی ظالمانہ اقدامات کو نہ صرف جائز بلکہ تحفظ کے لئے ضروری قرار دے رہے ہیں۔ اسلئے اسرائیل دن بدن تقریباً سارے فلسطین پر قابض رہا ہے اور اب اس کی افواج تمام اہم شہروں اور علاقوں پر مسلط ہے۔ یورپی یونین سمیت تمام اہم فورمز نے یہودیوں کی مذمت کی ہے اور انہیں فلسطینی علاقوں سے چلے جانے کا کہہ دیا ہے لیکن اسرائیل کو کسی کی پرواہ نہیں کیونکہ اس کو امریکہ کی مکمل تائید و حمایت حاصل ہے۔ پھر اس کا اصل حریف عالم اسلام اور عالم عرب بھی اس بربریت پر حسب سابق گنگ ہے اور وہ امریکہ جو اس تمام فساد اور قتل عام کی جڑ ہے اور جو واضح طور پر جانبداری کا مظاہرہ کر رہا ہے سے کوئی بھی متفقہ طور پر مطالبہ نہیں کر سکتے اور نا ہی اس سے احتجاج کرنے کی جرأت کرتے ہیں اور نا ہی اس کو تجارتی، سیاسی، سفارتی، معاشی تعلقات توڑنے کی دھمکی دیتے ہیں۔ درحقیقت سب مسلم حکمرانوں کو اپنے اقتدار اور مفادات عزیز ہیں' اسی لئے سب کی غیرتیں مرچکی ہیں اور یہ آخری فلسطینی کے مرنے کا انتظار کر رہے ہیں تاکہ ہمیشہ کے لئے اس مسئلے سے ان کی جان چھوٹ جائے۔

معلوم نہیں کہ مسلمانوں کی عظمتِ رفتہ کا سورج کب طلوع ہوگا اور کب صدیوں پر محیط یہ ظلم کی سیاہ رات ڈھلے گی؟ خطہ ارض تو خونِ مسلم سے سارا لہولہان ہو چکا ہے اور ظالم تو اپنے سارے ہنر اور گُر آزما چکا ہے۔ مسلمان حکومتوں کی پابندیوں بے حمیتی اور امریکی غلامی کے باعث عالم اسلام کے تمام غیور مسلمان اپنے فلسطینی بھائیوں کی کچھ بھی مدد نہیں کر سکتے اور نا ہی ان کے شانہ بشانہ یہودیوں کے خلاف جہاد کر سکتے ہیں۔ یہ کس قدر باعث افسوس ہے اور ہم بھی صرف فلسطینیوں کو اپنے ناتواں قلم کی سیاہی' چند بے ربط سطروں اور جلے دل کی قاشوں کے علاوہ کچھ بھی پیش نہیں کر سکتے اور نہ ہی ہماری آہِ نارسا میں وہ گرمی اور وہ تب و تاب ہے جو درِ قبولیت تک پہنچ سکے پھر بھی اے خداوند! یہ دعا ہے کہ تو ہی اپنے مظلوم فلسطینی بندوں کی حمایت اور مدد فرما اور ظالموں سے انہیں خلاصی دے اور عالم اسلام کے بے غیرت و بے حمیت حکمرانوں سے عالم اسلام کو ہمیشہ کے لئے نجات عطا فرما! آمین۔

(اداریہ "الحق" اپریل ۲۰۰۲ء)

مرتب: مولانا حافظ عرفان الحق اظہار حقانی

مولانا مفتی محمود اور مولانا سمیع الحق کے ہری پور جیل میں مصروفیات

عہد طالبعلمی میں مولانا سمیع الحق مدظلہ کے علمی منتخبات

۱۹۷۷ء تحریک نظام مصطفیٰ کے دوران ہری پور جیل میں جناب شفیق الدین فاروقی کی ڈائری

قسط (۲۹)

عم محترم حضرت مولانا سمیع الحق صاحب دامت برکاتہم آٹھ نو سال کی نوعمری سے معمولات کی ڈائری لکھنے کے عادی تھے۔ ان ڈائریوں میں آپ اپنے ذاتی اور عظیم والد شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کے معمولات شب و روز اور اسفار کے علاوہ اعزّہ و اقارب' اہل محلہ و گردو پیش اور ملکی و بین الاقوامی سطح پر رونما ہونے والے احوال و واقعات درج فرماتے۔ آپکی اولین ڈائری ۱۹۴۹ء کی لکھی ہوئی ہے۔جس سے آپ کا ذوق اور علمی شغف بچپن سے عیاں ہوتا ہے۔احقر نے جب ان ڈائریوں پر سرسری نگاہ ڈالی گئی تو معلوم ہوا کہ جابجا دوران مطالعہ کوئی عجیب واقعہ' تحقیقی عبارت' علمی لطیفہ' مطلب خیز شعر' ادبی نکتہ' اور تاریخی عجوبہ آپ نے دیکھا تو اسے ڈائری میں محفوظ کرلیا۔ اس پر دل میں خیال آیا کہ کیوں نہ مطالعہ کے اس نچوڑ اور سینکڑوں رسائل اور ہزارہا صفحات کے عطر کشید کو قارئین کے سامنے پیش کیا جائے جس سے آئندہ آنے والی نسلیں اور اسیرانِ ذوقِ مطالعہ استفادہ کرسکیں۔تاہم یہ واضح رہے کہ نہ تو یہ مستقل کوئی تالیف ہے اور نہ ہی شائع کرنے کے خیال سے اسے مرتب کیا گیا ہے۔اسلئے ان میں اسلوب کی یکسانیت اور موضوعاتی ربط پایا جانا ضروری نہیں...... (مرتب)

ہری پور جیل میں اسارت کے دوران درج ذیل خط بھی نذر قارئین ہے جوکہ شفیق صاحب نے الحق کے قارئین کے نام بھیجا تھا اس میں بعض اہم واقعات پر مزید روشنی پڑتی ہے۔

قومی اتحاد کی تحریک نفاذ شریعت کی چند روشن یادیں

۱۹۷۷ء کی تحریک نظام مصطفیٰ پاکستان کی تاریخ کا ایک اہم ترین واقعہ ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے سنت یوسفی پر عمل کرنے کا موقعہ دیا اور کچھ عرصہ علماء زعماء قومی رہنماؤں اور عام مسلمانوں کے ساتھ ہری پور جیل میں ابتلاء و آزمائش سے گذرنا پڑا، قائد تحریک پاکستان قومی اتحاد کے صدر مولانا مفتی محمود اور دیگر عمائدین ملک و ملت رفیق زندان تھے۔ حضرت والد ماجد قدس سرہٗ نے اسارتِ زندان کے دوران ایک خط ہری پور جیل بھیجا جس میں اللہ کے دین کیلئے قید و بند کی صعوبتوں پر صبر و استقامت اور دین کیلئے سب کچھ قربان کرنے کی تلقین ہے۔یہ خط حضرت شیخ الحدیث کے خطوط بنام سمیع الحق میں ملاحظہ فرماویں۔ میرے عزیز مخلص اور سفر و حضر کے ساتھی عزیزم شفیق الدین فاروقی رفیق زندان تھے۔انہوں نے متعلقین اور وابستگان کے نام ایک خط میں ۱۹۷۷ء کے الیکشن میں حضرت شیخ کی شرکت اور جیل میں ناچیز کے مشاغل اور پیش آمدہ بعض اہم واقعات پر تفصیل سے روشنی ڈالی تھی ضروری ہے کہ زندگی کی یہ چند روشن یادیں یہاں محفوظ کی جائیں۔خط کا پورا متن ملاحظہ فرماویں۔(سمیع الحق)

احقر کے اسارتِ ہری پور سنٹرل جیل کے بارہ میں جیل سے ایک خط:

۱۸ مئی ۱۹۷۷ء: آج ہری پور سنٹرل جیل میں جناب ایڈیٹر الحق[1] کے ساتھ گرفتار ہوئے ہمارا باونواں (۵۲) دن ہے۔ قارئین الحق نے گذشتہ پرچہ کے نقش آغاز کے صفحہ پر مولانا کی گرفتاری کے نتیجہ میں نقش آغاز سے محرومی کا بڑی شدت سے احساس کیا ہوگا۔ اس دفعہ بھی میں نے بہت کہا کہ آپ جیل ہی سے نقشِ آغاز لکھ کر بھیج دیجئے۔ مگر وہ اپنی طبیعت آمادہ نہ کر سکے۔ اور کہا کہ ایک تو سنسر شپ کی ظالم تلوار نے قلم کی آزادی ہی نہیں چھینی بلکہ اُسے قتل کر کے رکھ دیا ہے۔ ایسے حالات میں کون وقت ضائع کرے۔ دوسری بات یہ کہ حالات اتنی تیزی سے بدل رہے ہیں اور تحریک کی رفتار اپنی منزل مقصود کیطرف اتنی تیز ہے کہ ہر صبح اور ہر شام احساسات اور جذبات کے نئے نئے موڑ سامنے آرہے ہیں۔ ایسے حالات میں کون سے نقطہ پر جم کر اظہار خیال کیا جائے۔ اس بناء پر میں نے چاہا کہ الحق کے پیارے قارئین سے اس خط کے ذریعہ مخاطب ہو کر کچھ نہ کچھ باتیں کی جائیں اور ہری پور کی وہ اسارت گاہ جو آج تحریک نظام شریعت کے طفیل حضرت مولانا مفتی محمود صاحب مدظلہٗ اور دیگر علماء و مشائخ، اہل علم وقلم ارباب زہد وتقویٰ، زعماء ملک وملت، سیاستدان اور وکلاء اور سیاسی پارٹیوں کے جان نثار لیڈروں اور ورکروں کا ایک عظیم الشان کیمپ بنی ہوئی ہے قارئین کو بھی اسکی کچھ جھلکیاں دکھا دی جائیں۔ ہمارے بہت سے قارئین جو پچھلے کئی ماہ سے الحق کی اشاعت میں بے قاعدگیوں سے اکتا چکے ہیں اور نقش آغاز سمیت اسکے کئی سلسلوں کے ٹوٹے جانے سے شکوے شکایات کر رہے ہیں انہیں معلوم نہیں کہ گذشتہ جنوری سے لیکر اب تک الحق کے ایڈیٹر اور اس کا برائے نام سٹاف جو ایک دو افراد سے عبارت ہے، کتنے ہنگامی اور بحرانی حالات سے دوچار رہا۔

الحق کتابت وطباعت وغیرہ کے جان گسل ادوار:

ایسے حالات میں پرچہ کا زندہ رہنا بھی قارئین کی دعاؤں اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کا نتیجہ ہے۔ ادارۂ الحق کسی معیاری کاتب کو معقول تنخواہ پر ملازم رکھنے سے قاصر ہے اس لئے اکوڑہ سے دور نوشہرہ میں رہائش پذیر ایک جزوقتی کتابت کا کام کرنے والے کاتب کی رہائش گاہ کے چکر مہینہ میں کئی بار کاٹنے پڑتے ہیں کہ الحق کی کتابت مکمل ہو سکے۔ دوسری طرف جناب ایڈیٹر الحق جو دارالعلوم حقانیہ کے انتظامی امور کے علاوہ تدریس کی ذمہ داریوں کے ساتھ علاقہ کے بیشمار مسائل اور پھر مہمانوں کی

---

[1] احقر سمیع الحق ایڈیٹر اور مدیر نام کا ایسا لاحقہ بن گیا تھا کہ دو ایک بے تکلف احباب نام کے بجائے ''مدیر الحق'' سے یاد کرتے۔

ہر وقت آمدورفت اور اسفار وغیرہ گوناگوں مصروفیات میں گھرے رہتے ہیں اور اسی بھاگ دوڑ میں بعض اوقات ایڈیٹر صاحب اپنے سفر کے دوران ایک ایک اور آدھے آدھے صفحہ کا مسودہ لکھ کر کاتب کے نام سپرد ڈاک کر دیتے ہیں کہ کسی طرح کتابت کا سلسلہ قائم رہے اور الحق کی اشاعت میں تاخیر نہ ہو۔ کتابت شدہ مضامین کی پروف ریڈنگ زیادہ تر سفر کے دوران ہی کرتے ہیں۔

کتابت کے دشوار گذار مراحل سے گذرنے کے بعد طباعت کیلئے پرچہ اکوڑہ خٹک سے ۴۰ کلومیٹر دور پشاور میں واقع ایک پریس کے سپرد کیا جاتا ہے۔ جہاں طباعت اور بائنڈنگ پر ہفتہ عشرہ سے زیادہ لگ جاتا ہے۔ اس طرح وقت کے ضیاع کے ساتھ ساتھ قارئین کا انتظار بھی شدید ہونے لگتا ہے اور شکایتی خطوط کی یومیہ شرح بڑھتی جاتی ہے مگر قارئین کے خطوط کی تلخی ہمارے حوصلوں کو مہمیز کا کام دیتی ہے کیونکہ ان کا غصہ درحقیقت ان کی محبت اور الحق کے ساتھ دلی لگاؤ کی دلیل ہے۔ پرچہ پریس کے جان گسل ادوار سے نکل کر اکوڑہ خٹک اپنے دفتر پہنچتا ہے، جہاں کوئی اتنا بڑا ڈاکخانہ نہیں جسکا سٹاف ہزاروں کی تعداد میں بھیجنے والے پرچہ کو ایک دن میں نمٹا سکے اس وجہ سے الحق سے بھرے ہوئے ڈاک کے بیگ کئی کئی دن نکلتے رہتے ہیں یا پھر ادارہ اپنے طور انتظامات کے تحت ڈاکخانہ کا ہاتھ بٹاتا ہے تاکہ ایک ہی دن میں ترسیل ہو بہر حال ایسی کئی ایک مشکلات جنہیں ایڈیٹر صاحب اور ادارہ حل کرنے میں کوشاں ہیں کی وجہ سے پرچہ کی اشاعت میں تاخیر ہو ہی جاتی ہے۔

الحق نہ ختم ہونے والے جذبۂ جہد وعمل کا نتیجہ:

بلاشبہ ایسے نامساعد احوال میں کہ پرچہ کے وسائل تو کیا محدود سے محدود وسائل بھی نہ ہوں نہ رجال کار ہوں اور نہ ماحول ہو کسی ایسے پرچے کا بارہ سال تک زندہ رہنا بھی اور اسی سج دھج کیساتھ جو روز اول سے تھا کہ اس کا معیار بھی نہ گرنے پایا، محض خداوند کریم کے بے پناہ فضل وکرم کی دستگیری اور اس کے چلانے والے کے نہ ختم ہونے والے جذبۂ جہد وعمل کا نتیجہ ہے ورنہ کتنے لوگ ہیں کہ دو چار سال ہی میں حالات کے سامنے سپر انداز ہوجاتے ہیں۔ الغرض یہ تو بعض ایسی مشکلات تھیں جو اکثر الحق کیساتھ ساتھ رہتی ہیں۔ مگر گذشتہ پانچ چھ ماہ تو جس شوراشوری میں گذرے اس میں الحق کی اشاعت میں تاخیر پر جناب ایڈیٹر صاحب اور ادارہ سے شکوہ کرنا بھی ظلم ہے۔

جنوری کی پہلی دہائی میں وزیراعظم بھٹو نے قومی اسمبلی توڑ کر نئے انتخابات کا اعلان کر دیا تو حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہٗ جنہوں نے دارالعلوم کے تدریسی، علمی اور اپنی روحانی مصروفیات کے ساتھ ضعف اور طویل امراض اور پھر مخصوص طبیعت کی بناء پر اسمبلی کی رکنیت کا کوئی لمحہ بھی طیب خاطر

سے نہیں گوارا کیا اور پچھلی مرتبہ ۱۹۷۰ء کے انتخاب کیلئے بھی بڑی مشکل سے اکابر جمعیۃ العلماء اسلام اور عامۃ المسلمین نے بے حد اصرار پر انہیں آمادہ کیا تھا اب اسمبلی کے ٹوٹنے کے اعلان سے انہوں نے سکھ کا سانس لیا اور طبیعت ہشاش بشاش ہوگئی، مگر ادھر آپ پنڈی سے اکوڑہ خٹک تشریف لائے اُدھر چند ہی دن میں پاکستان قومی اتحاد اپنے اجلاس پشاور میں جس سیٹ پر سب سے پہلے متفق ہوا وہ حضرت شیخ الحدیث مدظلہٗ ہی کی سیٹ تھی۔ اُسی وقت حضرت مولانا مدظلہ نے حضرت مفتی صاحب او ردیگر حضرات سے باصرار اپنی معذرت پیش کی مگر جتنا اصرار بڑھتا گیا اتنا ہی ان حضرات نے اپنے فیصلہ کو حتمی اور نا قابل واپسی ہونے پر اصرار کیا۔ پھر حضرت شیخ الحدیث نے اپنے حلقۂ انتخاب کے مخلصین احباب کو جمع کیا۔ ان کے سامنے بھی یہی صورت پیش آئی، آپ حلفاً اپنی مجبوریاں پیش کرتے رہے اور ادھر سے اصرار بڑھتا رہا ادھر بعض لوگوں نے مولانا مدظلہٗ کے ضعف اور معذرت کو دیکھ کر جناب ایڈیٹر صاحب کا نام پیش کیا مگر وہ اپنے لئے بھی اور حضرت مولانا مدظلہٗ کے لئے بھی اس انتخابی سیاست میں مزید الجھ جانے کو پسند نہیں کرتے تھے کہ دونوں صورتوں میں انتخابی سیاست کی خاردار جھاڑیوں سے الجھنا اور اسے عبور کرنے کا مشکل کام ایڈیٹر صاحب ہی کو انجام دینا پڑتا ہے۔ اور وہ اپنے تعلیمی، تدریسی اور تصنیف وتالیف اور صحافت کے مشاغل کو انتخابی ہنگاموں اور سیاسی جھمیلوں پر ترجیح دینا چاہتے ہیں۔ لیکن وہی ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہوتا ہے۔ کاغذات نامزدگی داخل کرنے کی تاریخ سے ایک رات قبل جمعیۃ کے بعض اکابر نے آکر انتہائی عجز والحاح سے حضرت شیخ الحدیث مدظلہٗ کو کاغذات داخل کرنے پر مجبور کردیا کہ اسمبلی میں آپ کے بابرکت وجود سے نفس موجودگی بھی خیر و برکت کا باعث ہوگی اور کسی مسئلہ میں اسلام کے لئے آپ کا ہاتھ اٹھانا بھی کافی ہوگا۔

وزیر اعلیٰ سے انتخابی مقابلہ:

مقابلہ میں اُس وقت کے صوبہ سرحد کے وزیر اعلیٰ اور حکمران پارٹی کے صوبائی صدر جناب نصر اللہ خان خٹک تھے، جو ۱۹۷۰ء میں بھی مولانا مدظلہٗ سے ہار چکے تھے اور اب جیسا کہ معلوم ہوا ہے وہ اپنے چیئرمین بھٹو صاحب سے مجبور تھے اور اضطراراً انہوں نے حضرت شیخ الحدث سے مقابلہ کے مرگِ مفاجات کو قبول کیا۔ اس وقت حکمران پارٹی بظاہر اپنے عروج کے انتہا پر تھی، بھٹو صاحب خود بھی بلا مقابلہ آئے اور ان کے چاروں وزراء اعلیٰ کے لئے بھی یہی پالیسی طے ہوئی کہ پارٹی کے کسی وزیر اعلیٰ کی شکست کی صورت میں حکمران پارٹی کی ساکھ کو بین الاقوامی طور پر نقصان پہنچتا ہے۔ بہر صورت حضرت شیخ الحدیث مدظلہٗ نے تو کاغذات داخل کردیئے، آگے انتخابی معرکہ کارزار کو سر کرنا اور اس کی

دشوار گذار گھاٹیوں کو عبور کرنے کا کام تو چارو ناچار مولانا سمیع الحق صاحب کے گلے پڑنا تھا، مرتا کیا نہ کرتا، اب وہ کمر ہمت باندھ کر اتنی ہی شدت سے انتخابی معرکوں میں کود پڑے، جس شدت سے حریف سے مقابلہ تھا، حریف ہر طرح کے اسلحہ سے لیس تھا، صوبائی حکومت کا سربراہ اور مرکزی حکومت کا نمائندہ ہی نہیں بلکہ چہیتا، لاکھوں کے فنڈ اور سرکاری وسائل انکے پاس اور اس بیدردی سے حریف نے ان وسائل سے فائدہ اٹھایا کہ اخبار نوائے وقت (۱۹ فروری) کے بقول حلقۂ انتخاب کے کسی ایک چھوٹے سے قصبہ کے جلسہ کیلئے ایک سو بیس ٹرک پکڑے گئے۔ سرکاری محکموں کی جیپ اور گاڑیاں الگ مخالفت میں شب و روز دوڑ رہی تھیں۔ ادھر انتظامیہ، اے سی اور ڈی سی، آئی جی سے لے کر کمشنر اور گورنر تک حریف کی کامیابی میں حیران و سرگردان (مولانا مدظلہ کے جعلی واپسی کے کاغذات داخل کرنے اور بھگتانے میں بھی ان سب لوگوں نے حریف کے لئے آلہ کار ہونے کا فریضہ انجام دیا)۔

حریف نے ترھیب وترغیب کا ہر طریقہ آزمایا:

حریف امیدوار نے پشاور کا وزیر اعلیٰ ہاؤس چھوڑ کر نوشہرہ کو اپنا ہیڈ کوارٹر بنالیا۔ کئی ٹیلیفون لائنیں لگ گئیں۔ پولیس کے بڑے بڑے افسر تحصیل نوشہرہ کے مفلوک الحال اور پسماندہ بستیوں میں جا جا کر غریب لوگوں کو دھونس سے وزیر اعلیٰ صاحب کو کامیاب کرنے کے احکام نافذ کرتے خود وزیر اعلیٰ صاحب انتخابی مہم میں جہاں بھی جاتے ہسپتالوں، سڑکوں، سکولوں، آبنوشی، بجلی، صحت، تعلیم کے منصوبوں کے ہوائی طومار باندھتے، ان دنوں مشہور تھا کہ وزیر اعلیٰ صاحب گاڑی میں اپنے ساتھ فیتہ اور چونا بھی رکھتے ہیں اور جہاں کسی گاؤں میں لوگوں کا مطالبہ سنا یا کسی ضرورت کا احساس ہوا تو وہیں فیتہ سے کوئی زمین ناپ کر چونے سے نشان لگوا لیتے کہ یہی سکول اور ہسپتال ہے، بس صرف بننے کی دیر ہے۔ اس ضمن میں وزیر اعلیٰ صاحب نے پبی کے نواحی دیہات کے ایک دن کے دورے میں جن منصوبوں اور ترقیاتی سکیموں کا دیہاتی باشندوں کے سامنے اعلان کیا ایک محتاط اندازے کے مطابق اس کیلئے کم از کم دس کروڑ روپے درکار تھے یہ نہ ہوسکتا تھا نہ ان وعدوں کے پیچھے تکمیل کا کوئی داعیہ تھا مگر دیہاتی باشندوں کو کسی طرح مولانا مدظلہ سے کاٹ کر ووٹ حاصل کرنے کی ہر وہ سعی جو حریف امیدوار کرسکتا تھا اس نے اس میں کوئی کوتاہی نہ کی۔ بہر حال ایسے حریف سے مولانا سمیع الحق صاحب جو سارے انتخابی مہم کے انچارج تھے کو تحصیل کے مخلص بے لوث ورکروں رضا کاروں اور حضرت مدظلہ کے فدائیوں کے ذریعہ نمٹنا پڑا جب کہ خود مولانا کے پاس ایک دو ٹوٹی پھوٹی گاڑیوں کے علاوہ ایک

جیپ تک نہیں تھی اور یہ تو بعد کی باتیں ہیں۔ کاغذات نامزدگی سے لیکر کاغذات کی واپسی ۲۹ جنوری تک وہ کیا کچھ تھا جو حریف نے حضرت مدظلہٗ کو راستہ سے ہٹا کر خود بلا مقابلہ منتخب ہو جانے کیلئے نہ کیا۔ حضرت مدظلہٗ تو علالت کی وجہ سے گھر ہی میں رہے اور ان لوگوں سے بالکل پس پردہ جنکی ذات بابرکات تک وزیر اعلیٰ اور اسکے حواریوں کی رسائی بھی نہ ہوسکی مگر ان دنوں تحریص وترغیب اور ڈرانے دھمکانے کی کوئی ایسی صورت نہ تھی جس سے براہِ راست مدیر صاحب کو گذرنا نہ پڑا ہو، عموماً یہ حملے راتوں[1] کو ہوتے تھے اور دن کو بھی تعاقب جاری رہتا تھا۔ مرکز میں وزارت، سینیٹ کی ممبری، صوبائی ممبری، دارالعلوم کو موجودہ معیار سے دس گنا ترقی دینے کے نام سے اسلام کی دردمندی کے لبادہ میں طول طویل رقومات کی پیشکش، علی ہذالقیاس،

مسئلہ کسی سیٹ کا نہیں، شاہ ولی اللہ سید احمد شہید شیخ الہند کی تحریک کا ہے:

مگر ایڈیٹر صاحب ایجنٹوں کی کوئی بات سنے بغیر ہی ایک خندۂ استہزاء سے انکے ظرف اور ذہنیت کے پرخچے اڑا دیتے اور کہتے کہ اللہ کے بندو مسئلہ کسی ایک سیٹ کا نہیں یہ تو شاہ ولی اللہ سید احمد شہیدؒ اور شیخ الہندؒ کی تحریک ہے۔ مجدد الف ثانی کا دیا ہوا درس ہے اسکی کوئی قیمت دنیائے حقیر کی منڈی میں لگائی ہی نہیں جاسکتی پھر دھمکیوں پر بات آجاتی یعنی دارالعلوم کو اصطبل بنانے (نعوذ باللہ) اور قتل وقتال کے امکانات مگر آپ کہتے کہ کوئی بات نہیں اب تو حضرت شیخ الحدیث کے گھر کا ادنیٰ سے ادنیٰ فرد اور سب سے چھوٹا بچہ راشد (مولانا سمیع الحق صاحب کے فرزند مولانا راشد الحق، مدیر الحق) بھی اس راہ میں

(داؤ پیچ اور انتخابی حربوں کے انچارج مگر آج نواز شریف کے نفس ناطقہ اور ترجمان)

[1] اور اسے تاریخ کا ایک ظریفانہ انکشاف یا مذاق سمجھیں کہ اس تمام حربوں کو آزمانے والا شخص جناب پرویز رشید تھے جو اُس وقت نصر اللہ خٹک مرحوم کے انتخابی حربوں اور داؤ و پیچ کے انچارج تھے اور میری موجودگی میں تحریص وترغیب کے سارے گُر آزمائے جاتے، سارے حربے ناکام ہوئے اور وزیر اعلیٰ کو کارزار میں کودنا پڑا تو پرویز رشید صاحب نے پولنگ کے دن انتخابی سٹیشنوں پر بھی وزیر اعلیٰ کو جتوانے کیلئے تمام وہ طور طریقے استعمال کئے جس کا قانون اخلاق اور جمہوریت کے رو سے کوئی جواز نہ تھا۔ حضرت شیخ الحدیث اور مولانا سمیع الحق پر پولنگ سٹیشنوں کے دوران ایک جگہ تو اسلحہ بھی لہرایا گیا۔ جعلی ووٹ بھگتانے کیلئے ماڈرن خواتین کو استعمال کیا گیا جن کیلئے سینکڑوں برقعے بنائے گئے تھے مگر حق غالب تھا اور غالب رہا۔ حق کا بندہ (عبدالحق) بڑی اکثریت سے کامیاب ہوا۔ ناظرین یہ پرویز رشید صاحب کون تھے؟ یہ انکشاف مدتوں بعد مجھے لرزا کر رکھ گیا کہ یہ شخص وہی ہیں جو بعد میں جناب نواز شریف کے معتمد مقرب اور ناک کے بال بن گئے اور اس وقت وہ میاں صاحب کے خصوصی درباری، مسلم لیگ (ن) کے سرکردہ رہنما، نفس ناطقہ، پارٹی ترجمان اور اس وقت سینیٹ میں مسلم لیگ کے سینیٹر ہیں۔

ع　بدلتا ہے رنگ آسمان کیسے کیسے　(شفیق فاروقی)

لگ جائیں تو زہے نصیب۔ پھر جرگوں کی بات ہوتی کہ ہم ملک کے معزز ترین افراد بشمول چیئر مین بھٹو صاحب کا جرگہ مولانا کے سامنے لائیں اور مولانا مدظلہٗ دستبردار ہو جائیں۔

مولانا کے دستبردار ہو جانے کا جعلی منصوبہ:

یہ سب حربے ناکام ہوئے اور حریف ہر لحاظ سے اپنے آپکو مقابلہ کے میدان میں پانے لگا۔ تو ۲۸ جنوری کو بعجلت تمام نہایت ناقص منصوبہ کے ساتھ حضرت شیخ الحدیث مدظلہٗ کی طرف سے وزیر اعلیٰ صاحب کے حق میں دستبردار ہونے کے کاغذات داخل کرادئے، ریٹرنگ آفیسر اے سی صاحب نوشہرہ بھی انکے چشم و ابرو کے اشارہ پر چلنے والے وکیل بھی اور گواہ بھی انکے انتخابی ورکر خود ہی منصف خود ہی گواہ۔ ۲۹ جنوری کو صبح سویرے فون کی گھنٹی بجی، ایڈیٹر صاحب نے ریسیور اٹھایا، پشاور سے ایک جان نثار چیخ رہا تھا کہ اخبارات اور ریڈیو سے مولانا مدظلہٗ کی دستبرداری کا اعلان کیسے ہوا۔ یہ اس دن کے اخبارات کی ہیڈ لائن تھی اور انہی شہ سرخیوں کو پشاور ریڈیو نے صبح صبح نشر کردیا تھا۔ یہ اطلاع ایک بم سے کم نہ تھی دشمن نے ہر طرح ناکامی دیکھ کر دجل وفریب کی آڑلی تھی

اب فریب کاری کا نشانہ بھی ایڈیٹر صاحب بنا دیئے گئے مگر جعلسازی کے پرخچے اڑانے تک بیدردی سے تعاقب:

اور اس کا نشانہ بھی اب حضرت مولانا مدظلہٗ سے زیادہ بے چارے ایڈیٹر الحق ہی بننے والے تھے، خیالات اور دلوں کی دنیا پر کسی کا پہرہ ہوتا نہیں، اب جتنے منہ اتنی باتیں اور باتیں نہ سہی تو دل ودماغ تو ہر طرح کے خیالات کو ہضم کر سکتے مگر ایڈیٹر صاحب نے اللہ کا نام لیکر لحاف دور پھینک دیا اور اس شدت سے آخر تک اس دجل وفریب کا دو ہفتے تک دن رات ایک کر کے مسلسل تعاقب کیا کہ جب تک اسلام آباد کے الیکشن کمیشن کے آڈیٹوریم ہال میں اس پرفریب جعلسازی کے پرخچے نہیں اُڑے اس وقت تک دم نہ لیا۔ اُسی دن حضرت مفتی محمود صاحب پشاور میں تھے۔ یہ خبر سنتے ہی صبح صبح نوشہرہ پہنچے حضرت شیخ الحدیث نے فوراً تردیدی بیان جاری کیا، مجمع میں تردیدی تقریر کی، حضرت مفتی صاحب نے پشاور میں پریس کانفرنس بھی کی، مدیر صاحب نے اُسی دن وزیر اعظم اور الیکشن کمشنر کو تار دئے۔ الیکشن کمشنر سجاد احمد خان صاحب (موجودہ چیئر مین سینیٹ جناب وسیم سجاد کے والد ماجد) سے فون پر حضرت مفتی صاحب نے بات کی یہ سب تفصیلات اخبارات اور رسائل میں آتی رہی ہیں یہاں

تک کہ مولانا مدظلہٗ کیساتھ اس فریب کاری کی گونج بی بی سی اور وائس آف امریکہ، ریڈیو جرمنی سے بھی سنائی دی۔

ایڈیٹر صاحب کو عدالتی معرکہ سر کرنا پڑا:

کیس چیف الیکشن کمشنر کے پاس گیا، نہایت مختصر وقت میں کیس کی دستاویزی تیاری اور ۵۔۵ فائل مکمل کرانے کا چیف صاحب نے دوسرے دن تک داخل کرانے کا حکم صادر کیا اور اب ایڈیٹر صاحب کو ایک نئے تجربہ (عدالت، کچہری، وکلاء وغیرہ) سے دو چار ہونا پڑا۔ حضرت شیخ الحدیث مدظلہٗ کو ایک دوست کی جگہ ٹھہرا کر آپ نے ۲۴ گھنٹے میں کیس کی تیاری کا معرکہ بھی سر کر لیا۔ دوسرے دن ۴ بجے تک کئی سو بیانات حلفی فوٹوسٹیٹ اخبارات کے تراشے اور مدلل دعویٰ بنام وزیر اعلیٰ کے فائل تیار ہو گئے خدا نے بھی ہر طرح مدد فرمائی۔

ملک کے معروف قانون دان سابق وزیر قانون اے کے بروہی کی پیشکش:

ایڈیٹر صاحب نے احتیاطاً اے کے بروہی صاحب (جو حضرت شیخ الحدیث مدظلہٗ کے دل و جان سے معتقدین میں سے ہیں) سے بھی کراچی فون پر بات کی انہوں نے فرمایا کہ میں کل راولپنڈی میں ہوں گا۔ انٹرکانٹیننٹل میں ملئے، دوسرے دن انہوں نے حالات سنے تو حضرت کے تعلق کیوجہ سے آبدیدہ ہو گئے اور ایڈیٹر صاحب کا داہنا ہاتھ پکڑ کر اپنے دل کے اوپر کافی دیر تک لگائے رکھا اور حاضرین مجلس سے کہہ رہے تھے کہ دیکھئے کیسے کیسے لوگ ان حالات کا شکار ہو گئے۔ اب اوروں کی کیا بات کی جائے۔ پھر مدیر صاحب سے کہا کہ اس کیس کا یہاں عدل و انصاف کے مطابق فیصلہ نہ ہوا تو میں اسے خود آگے عدالت میں لیکر جاؤں گا اور مولانا مدظلہٗ سے کہئے کہ ''آپ کو اللہ تعالیٰ نے مجھ پر پورا اختیار دیا ہے اگر ضرورت سمجھیں تو جب چاہیں بلا لیں مجھے حکم دیں میں آ جاؤں گا''۔ مسئلہ الیکشن کمیشن میں پیش ہوا۔

عدالت میں شیخ الحدیث کی پیشی، شیخ الہند اور مولانا مدنی کے سنتوں کی تعمیل:

جناب سجاد احمد جان چیف الیکشن کمشنر عبدالحفیظ سمن جسٹس سعد سعود جان پر مشتمل کمیشن کے سامنے حضرت شیخ الحدیث پیش ہوئے، ہال کھچا کھچ بھرا ہوا تھا اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے ایک اہم ترین عدالت میں حضرت شیخ الحدیث مدظلہٗ سے اپنے اساتذہ حضرۃ مدنیؒ اور حضرت شیخ الہندؒ جیسے بزرگوں کی

سنتوں کی تعمیل کروائی کہ عمر کے آخری ادوار میں عدالتوں کے مراحل سے بھی دین کیلئے گذریں۔ حضرت شیخ الحدیث مدظلۂ کو حق تعالیٰ نے اولیاء اللہ کی جن ظاہری انوار و علامات سے بھی نوازا ہے اور خدائی ہیبت وہ یہاں بھی کام آئی۔ جناب چیف الیکشن کمشنر نے سماعت شروع ہونے سے قبل نہایت ادب واحترام سے مولانا مدظلۂ کو مخاطب کیا اور فرمایا آپ کرسی پر آرام سے تشریف رکھ کر کاروائی میں حصہ لیں۔ کاروائی شروع ہوئی جو ساڑھے چار گھنٹے تک جاری رہی، مولانا مدظلۂ کے وکیل جناب بشیر احمد انصاری تھے اور اعزازی طور پر جناب سینٹر اور بیرسٹر ظہور الحق بار ایٹ لاء اور دیگر وکلاء بھی آخر تک موجود رہے، مخالف فریق اپنے طور پر اعلیٰ سے اعلیٰ وکلاء کو لا چکے تھے۔

ججوں پر خدائی ہیبت اور کیس میں فتح:

یہاں حق وصداقت ایسا نمایاں رہا کہ الیکشن کمیشن کے سربراہ سمیت دیگر ارکان خود مولانا مدظلۂ کے گویا وکیل بن گئے مخالف فریق کے بے سروپا جرحوں کا خود چیف صاحب نوٹس لیتے رہے اور ڈانٹتے رہے پھر خود حضرت شیخ الحدیث نے جس سادے اور مؤثر مختصر جوابات دئے اس سے بھرے ہوئے ہال میں داد وتحسین کی آوازیں گونجنے لگ جاتیں اس کاروائی کا کچھ نہ کچھ حصہ اخبارات میں شائع ہوا تو کمیشن کے فیصلہ دینے سے قبل بھی جس نے اسے پڑھا اس نے یہی کہا کہ اب رسمی اعلان باقی ہے۔ مولانا مدظلۂ کو خدا نے اس کیس میں فتح دی، حق واضح ہو گیا۔ آگے فیصلہ وہی ہوا صبح کہ چیف الیکشن کمشنر نے ایک اہم پریس کانفرنس بلا کر اس مقدمہ میں مولانا مدظلۂ کو حق بجانب قرار دینے کا اعلان کیا اور مولانا کے نام پر واپسی کے کاغذات کو جعلی اور غیر قانونی قرار دیا۔

میرے مقابلے میں تو پیغمبر کھڑا ہے (والعیاذ باللہ):

اور وزیر اعلیٰ صاحب کو بادلِ ناخواستہ ایک ایسی شخصیت کے ساتھ مقابلہ پر مجبور ہونا پڑا جو خود الیکشن کے دوران اپنی دینی بے احتیاطی، کم علمی یا جذبات میں مغلوب ہو کر بیشمار لوگوں کے سامنے یہ کہتے پھرتے رہے کہ میں کیسے مقابلہ کروں اور جیتوں جبکہ ''نعوذ باللہ'' میرے مقابلہ میں تو پیغمبر کھڑا ہو گیا ہے۔ چیف الیکشن کمشنر کیطرف سے شیخ الحدیث مدظلۂ کے حق میں فیصلے کا اعلان غالباً ۱۳ مارچ کو گیارہ بجے صبح کی خبروں میں ہوا اور اس کے ساتھ ہی دوسرے کیس مولانا جان محمد عباسی بنام وزیر اعظم بھٹو میں کمیشن نے فیصلہ بھٹو صاحب کے حق میں دیا بعض لوگوں کا خیال تھا کہ حضرت کے حق میں فیصلہ

اسلئے محفوظ رکھا گیا تھا کہ دونوں مقدموں کا ایک ساتھ اعلان ہو اور وزیر اعظم کے حق میں فیصلہ دینے کی تلخی میں وزیر اعلیٰ کے خلاف فیصلہ دینے سے کچھ اعتدال پیدا کیا جائے بہر حال اعلان ہوتے ہی مولانا مدظلہٗ کے حلقہ انتخاب میں خوشی کی ایک عظیم لہر دوڑ گئی لوگ جشن فتح منانے کے انداز میں حضرت مدظلہٗ کے مکان پر دوڑ پڑے۔

فتح کے اعلان پر شیخ الحدیث کا عاجزانہ خطاب:

حضرت نے ہجوم سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ مجھے کسی کے خلاف نعروں سے بڑا دکھ ہوتا ہے۔ ہمیں کبھی غرور نہیں کرنا چاہیئے۔ صحابہ کرام کو اپنی کثرت کا خیال ہوا تو حنین میں شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ انہوں نے فرمایا کہ کسی کے بارہ میں مردہ باد کا نعرہ ہرگز نہ لگایا جائے اور اس کامیابی پر اللہ کی حمد ادا کی جائے۔'' بہر حال پھر الیکشن کا معرکہ گرم ہوا حلقۂ انتخاب تحصیل نوشہرہ اٹک سے پشاور تک اور شمال میں مردان اور جنوب مشرق میں کیمبلپور جنوب مغرب میں کوہاٹ کے ضلعوں تک پھیلا ہوا پانچ چھ سو دیہات اور پہاڑی علاقوں پر مشتمل ایک ایک دن میں جناب ایڈیٹر صاحب اور دیگر حضرات کو دس دس مقامات پر جلسوں سے خطاب کرنا پڑا۔ ۷ مارچ کو الیکشن ہوا اور ان بے مثال دھاندلیوں کے باوجود جس نے پورے ملک کو اس عظیم بحران میں ڈال دیا اور ساری مشکلات کے باوجود حق تعالیٰ نے ایک فقیر بے نوا بندہ حق کو وزیر اعلیٰ کے مقابلہ میں نمایاں کامیابی دی اور مولانا مدظلہٗ نے انچاس ہزار چوبیس یعنی تقریباً ۵۰ ہزار ووٹ حاصل کئے جبکہ کم از کم بیس ہزار حریف نے دھاندلی میں ہضم کئے۔

دھاندلی کے نتیجہ میں ۱۹۷۷ء کا بحران:

صوبائی انتخابات کے بائیکاٹ کے بعد تحریک شروع ہوگئی۔ یہاں کی انتظامیہ الیکشن میں مار کھا چکی تھی اور وزیر اعلیٰ نصر اللہ خٹک سمیت سب کی نظرِ عتاب مولانا سمیع الحق پر تھی۔ ۱۱ مارچ کی رات کو ان کی گرفتاری کیلئے چھاپہ مارا گیا۔ اس رات اتفاق سے آپ گھر میں نہیں تھے۔ حضرت شیخ الحدیث نے کہا میں حاضر ہوں گرفتاری کیلئے۔ پولیس نے معذرت اور ندامت کیساتھ کہا کہ نہیں مولانا سمیع الحق نہیں ہیں تو متبادل کوئی فرد دیا جائے کہ اوپر سے ہم مجبور ہیں۔ چنانچہ اسی رات مولانا کے چھوٹے بھائی مولانا انوار الحق مدرس دار العلوم حقانیہ کو گھر سے گرفتار کر کے نوشہرہ اور پھر چند دن بعد وہاں سے ہری

پور جیل منتقل کیا گیا اور دھاندلی(۱) کی یہ بھی شرمناک مثال کہ جن کا نام تک پولیس کے پاس نہیں تھا نہ وارنٹ اسے (مولانا سمیع الحق کے ساتھ) گرفتار کرنے کے بعد پولیس نے فرد جرم دفتر میں بیٹھ کر مرتب کیا۔ اس کے بعد تحریک زور شور سے چل پڑی۔ اکوڑہ خٹک سے روزانہ جلوس نکلتے رہے اور دارالعلوم حقانیہ کے بہادر طلباء سمیت گاؤں اور مضافات کے لوگ گرفتاریاں دینے لگے حضرت شیخ الحدیث مدظلہٗ کی دعاؤں کے ساتھ جلوس ان کی مسجد سے روانہ ہوتے۔

مولانا سمیع الحق نے خود گرفتاری دی:

پولیس مولانا سمیع الحق کی تاک میں رہی مگر دارالعلوم حقانیہ میں داخل ہونے کی اسے جرأت نہ ہوسکی، بالآخر مولانا سمیع الحق نے ۲۹ مارچ کو ایک جلوس کی شکل میں خود کو گرفتاری کیلئے پیش کردیا۔ مجھے آپ نے گرفتاری دینے سے بہت روکا مگر مجھے مولانا کی طبیعت کی وجہ سے معلوم تھا کہ انہیں جیل کی اجتماعی اور ہنگامی زندگی میں کتنی دقتیں ہوں گی اور بالآخر انہوں نے اجازت دیدی رات ہمیں اکوڑہ خٹک کے تھانہ میں رکھا گیا اور ایسے مہمانوں کیطرح کہ صبح تک تھانے کا عملہ ہماری پاسداری میں لگا رہا۔ صبح پولیس نے اپنی گاڑی منگوائی مگر مولانا نے کہا کہ آپ چاہیں تو اپنی موٹر منگوالیں تا کہ آپکو تکلیف نہ ہو۔ چنانچہ مولانا نے گھر سے موٹر منگوائی ان کے برادر محترم پروفیسر محمود الحق حقانی پشاور یونیورسٹی ڈرائیونگ کرتے رہے۔ پولیس کی دوسری گاڑی ساتھ تھی اور ہمیں نوشہرہ کی عدالت میں پیش کرنے کے بعد پشاور سنٹرل جیل اور پھر اسی دن وہاں سے جگہ نہ ہونے کیوجہ سے ہری پور سنٹرل جیل پہنچا دیا گیا۔ ۳۰ مارچ کے ۳ بجے ظہر ہم جیل میں داخل ہوئے ہم سے پہلے اسی دن اخبارات سے گرفتاری کی اطلاع پہنچ چکی تھی۔ سب لوگوں نے نہایت خوشی اور گرمجوشی سے استقبال کیا۔ ہم لوگ جیل کے احاطہ اے ٹی سی کی بارک نمبر ۹ میں حاضر ہوئے۔

جیل میں مفتی محمود کی دعا کہ مولانا سمیع الحق کو یہاں لے آئیں:

حضرت مفتی صاحب ایڈیٹر صاحب کو دیکھتے ہی نہایت خوش ہوئے اور فرمایا کہ میں نے آج اخبار میں پڑھا تھا اور دعا مانگی تھی کہ اللہ تعالیٰ جلد ہی ہریپور جیل میں تجھے لے آئے' بس اس کے بعد حضرت مفتی صاحب مدظلہٗ کی پرلطف، پرازمعلومات مجلسیں تھیں اور ہم تھے۔ ویسے تو تمام اسیروں کیلئے مفتی

---

(۱) اس سے مراد احقر ہے کہ جنہیں مولانا سمیع الحق مدظلہ کے ساتھ گرفتار کیا گیا جبکہ میری خود یہ تمنا تھی کہ یہ سعادت سنت یوسفی مولانا مدظلہٗ کے معیت و رفاقت میں مجھے بھی نصیب ہوجائے۔ (شفیق)

صاحب مدظلہٗ کا قیام اور وجود نہایت اطمینان اور بہترین تربیت اور سکون قلب کا باعث رہا مگر جناب ایڈیٹر صاحب سے چونکہ آپ کو خاص تعلق خاطر ہے اور طبیعت کھل جاتی ہے اور لطائف وظرائف سے مجلس کا رنگ ہی اور ہو جاتا ہے۔عموماً میں اور ایڈیٹر صاحب دن بھر مفتی صاحب مدظلہٗ کیساتھ رہتے۔

مفتی صاحب کے تعلیمی تدریسی مشاغل جیل دارالعلوم بن گیا:

درس وتدریس کا بازار بھی گرم ہوا۔اور بقول مفتی صاحب ہری پور جیل جیل نہیں دارالعلوم بن گیا ہے۔مفتی صاحب مدظلہٗ کے صاحبزادے مولوی فضل الرحمٰن متعلم دارالعلوم حقانیہ اور دارالعلوم کے کئی اسیر طالب العلموں نے مفتی صاحب سے مشکوٰۃ شریف ہدایہ اور سراجی کا درس شروع کیا جس میں اور بھی کافی علماء اور زعماء بیٹھتے۔اس کے بعد دو چار گھنٹے مفتی صاحب ترمذی شریف کی عربی شرح لکھتے۔ملاقاتیوں کے ہجوم کی وجہ سے بڑی مشکل سے کچھ وقت نکلتا۔مولانا سمیع الحق صاحب کی ہر وقت یہ سعی ہوتی اور جھگڑا جاری رہتا کہ اس کام کے لئے حضرت مفتی صاحب کو زیادہ وقت ملے۔ عصر کے بعد کھلی گراؤنڈ میں حضرت مفتی صاحب نے حدیث کا درس دو ایک دن دیا تو انتظامیہ نے اس بارہ میں اپنی دشواریاں ظاہر کیں۔اور درس روک دیا گیا جیل میں پانچ چھ سو تو صرف علماء کی تعداد ہوگی۔اور مختلف پارٹیوں اور خیالات کے بھی لوگ تھے۔

مفتی صاحب کے درس پر پابندی اور مولانا سمیع الحق کی ذمہ داری تدریس خطابت جمعہ:

مگر مفتی صاحب مدظلہٗ کے درس رک جانے کے بعد یہ قرعۂ نام مولانا سمیع الحق کے نام نکلا اور سب کی مرضی سے آپ نے یہ درس شروع کیا جو آج تک بالالتزام جاری ہے اور نماز عصر کے بعد اے ٹی سی کی وسیع گراؤنڈ میں ہوتا ہے۔یہی حال نماز جمعہ کا بھی ہوا حضرت مفتی صاحب نے جیل میں نماز جمعہ کے جواز کے دلائل کو نہایت واضح طور پر پیش کیا اور جمعہ کا آغاز ہوا۔حضرت مفتی صاحب جمعہ پڑھاتے اور تقریر بھی جس سے ساری جیل کے سیاسی اور اخلاقی قیدیوں کی عظیم تربیت ہونے لگی اور لوگ متاثر ہونے لگے تین خطبات آپ نے دئے جنہیں ایڈیٹر صاحب نے قلمبند بھی کیا ہے مگر ان کے سہالہ جیل منتقل ہونے پر اب جمعہ پڑھانے کا مسئلہ اٹھا۔مگر اللہ کی شان کہ یہ سعادت بھی ایڈیٹر صاحب کے ذمہ آئی۔اور علماء کرام ومشائخ وسیاسی زعماء سب نے بخوشی یہ ذمہ داری آپ کے سپرد کر دی اور آپ جمعہ پڑھانے لگے اور جمعہ سے قبل گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ حالات حاضرہ پر تقریر بھی مدلل طور پر فرماتے ہیں۔جس سے ہر طبقۂ فکر کے لوگ بڑے خوش ہوتے ہیں۔

سلسلہ خطبات جمعہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ انوار الحق صاحب
ضبط وترتیب مولانا حافظ سلمان الحق حقانی

رمضان المبارک، اعمال حسنہ کا موسم بہار

نحمدہٗ و نصلی علی رسولہِ الکریم اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم یٰٓاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا کُتِبَ عَلَیۡکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِکُمۡ لَعَلَّکُمۡ تَتَّقُوۡنَ (بقرہ:۱۸۳)

''اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے گئے جس طرح تم سے پہلے (امتوں کے) لوگوں پر فرض کئے گئے اس امید پر کہ تم لوگ (روزہ کی عبادت) کی بدولت بتدریج متقی بن جاؤ۔''

وعن ابی ہریرۃؓ قال قال رسول اللہ ﷺ رب صائم لیس لہ من صیامہ الا الجوع ورب قائم لیس لہ من قیامہ الاالسھر (رواہ ابن ماجہ)

''حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ بہت سے روزہ رکھنے والے ایسے ہیں کہ ان کو روزہ کے ثمرات میں بجز بھوکا رہنے کے کچھ بھی حاصل نہیں اور بہت سے شب بیدار ایسے ہیں کہ ان کو رات کے جاگنے کی مشقت کے سوا کچھ بھی نہ ملا۔''

روزے کا فلسفہ:

گویا روزہ کا فلسفہ او رحکمت تقویٰ یعنی اللہ کا خوف اپنے آپ میں پیدا کرنا ہے۔ یہ تقویٰ تب پیدا ہوگا جب روزہ صرف کھانے' پینے اور جماع سے نہ ہو بلکہ روزہ کی حالت میں منہیات سے منع ہو اور ماموارت پر روزہ دار عمل کرے۔ ایسا روزہ جس میں نہ گناہوں سے منع ہو اور نہ وہ عادات اور خصائل اختیار کئے جائیں جو ہر وقت اور بالخصوص رمضان کی حالت میں اللہ اور رسول نے اختیار کئے اور امت کو اس پر عمل کرنے کا حکم دیا ہے اس پر سختی سے عمل کیا جائے ورنہ اگر صرف ان تینوں چیزوں سے تو مسلمان منع ہو جائے اور باقی گناہوں کا ارتکاب کرتا رہے تو اس سے تو وہ جانور بہتر ہے جسے فجر سے پہلے کھلایا پلایا جائے اور پھر مغرب تک اسی حالت میں باندھ دیا جائے کم ازکم اور گناہ جن کا برائے نام ایک روزہ دار روزہ کی حالت میں ارتکاب کرتا رہتا ہے جن معاصی کا انشاء اللہ

آئندہ ذکر کروں گا۔وہ جانور روزہ دار کہلوانے کا زیادہ مستحق ہوگا جبکہ جانور مکلّف باحکام الٰہی ہے ہی نہیں اورانسان ومسلمان مکلّف ہے۔اس لئے تقویٰ حاصل کرنا جانور کیلئے نہ مطلوب ہے اور نہ اس میں تقویٰ حاصل کرنے کی صلاحیت ہے۔

تقویٰ کا مفہوم:

تقویٰ کے لئے علم کی ضرورت ہے اور جانور علم سے عاری ہے کیونکہ تقویٰ کا مفہوم یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کی قدرت' اقتدار اور قبضے کو ہروقت ملحوظ خاطر رکھے ہروقت تصور انسان کا یہ ہو کہ وہ مالک ہے ،زندگی اور موت اس کے کنٹرول میں ہے جب چاہے زندگی دے جب کسی کی موت کا ارادہ ہو اسے اس دار فانی سے رخصت کرے۔ جب اس کے مرضی میں کسی کو صحت اور قوی رکھنا ہو صحت مند بنا دیتا ہے،کمزور کرنا چاہے تو بیماری میں مبتلا کردیتا ہے۔امن او ربدامنی کا نفاذ اس کے قبضہ قدرت میں ہے' انسان جب رب العالمین کی اس قوت وقدرت کا تصور اور عقیدہ رکھے تو اس کے اندرخوف پیدا ہوتا ہے کہ میں بہت بڑے طاقتور ذات کے قبضے میں ہوں نہ معلوم میرے اعمال و حرکات کی وجہ سے میرے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا اس لئے مسلمان ہروقت اور بالخصوص روزہ کی حالت میں اللہ تعالیٰ کی عظمت وجلال کا تصور کرتا رہے' اس سے دل میں ڈر پیدا ہوگا اسی کی طرف اشارہ ہے ''لعلکم تتقون'' میں کہ روزہ ہو تو ایسا ہو جس سے آئندہ گیارہ مہینوں میں تقویٰ پیدا ہوسکے۔

انوار وبرکات سے معمور مہینہ:

محترم دوستو! رمضان المبارک کا بابرکت مہینہ ہے، یہ وہ مہینہ ہے جو تمام مہینوں سے افضل ہے،اس انوار وبرکات سے معمور مہینہ میں خلوص نیت سے صبح صادق سے لے کر غروب آفتاب تک بھوکے پیاسے رہنا اورنفسانی خواہشات سے باز رہنا افضل ترین عبادت اورقرب الٰہی کا بہترین ذریعہ ہے۔

شرائع اسلام کی حکمتیں:

شریعت کی رو سے ہر عبادت میں کوئی نہ کوئی فلسفہ ہوتا ہے مالک الملک جل جلالہ کا کوئی حکم حکمت سے خالی نہیں ہوتا جیسا کہ پہلے میں نے آیت کریمہ کے تلاوت کے ضمن میں عرض کردیا کہ رمضان المبارک کے بے شمار حکمتوں میں روزہ دار کا متقی بن جانا ایک اہم حکمت ہے۔اسی طرح حج بھی دین اسلام کا اہم ستون ہے اس کی الگ حکمت اور فلسفہ ہے' زکوٰۃ کا علیحدہ راز ہے' نماز کی جدا

حکمت ہے' اسی طرح رمضان المبارک کے روزوں کا بھی راز اور فلسفہ ہے۔

انسانی جسم کی ساخت:

انسانی جسم کی ساخت میں چار عناصر شامل ہیں۔ آگ ، پانی، مٹی اور ہوا۔ اس کے مقابلے میں دیگر مخلوقات یا تو صرف آگ سے بنی ہیں جیسے جنات یا صرف نور اور روشنی ان کا مادہ تخلیق ہے' جیسے فرشتے اور انسان کو ان تمام عناصر سے بنایا گیا یعنی ان کی تخلیق میں یہ چاروں عناصر شامل ہیں، اب جب اس مخلوق یعنی انسان کو آزاد چھوڑ دیا گیا تو لازماً کسی ایک مخلوق کی طرف اس کا میلان ہوگا جو اس کے مناسب اور شایان شان نہیں کہ یہ اشرف المخلوقات کسی ایسی راہ پر چلے جو اسکے شرافت اور اکرمیت سے بالکل معارض ہو۔

نفس کے لئے لگام:

بہرحال اللہ تعالیٰ نے اپنے اس مخلوق کو لگام دینا ہے جس طرح سرکش گھوڑے مالک اپنے گھوڑے کو لگام دیتا ہے تاکہ انسان بہیمیت کی طرف نہ جا سکے نہ ہی سرکش جنات کی خوبیاں اپنائے اور نہ ہی فرشتوں کی طرح سب کچھ چھوڑ کر روحانی بن جائے جب اس کمزور پر خواہشات نفسانی غالب آجاتی ہیں تو یہ درندہ بن جاتا ہے حلال وحرام کی تمیز کو نہیں جانتا اپنی خواہشات کو محرمات میں پورا کرنے کی سعی کرتا ہے تب یہ بندہ اپنی حدود سے نکل کر درندہ اور جانور بن کے پورے معاشرہ کی تباہی و بربادی کا سبب بنتا ہے اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے روزے کے ذریعے لگام دینا ہوتا ہے تاکہ یہ اعتدال کی طرف آجائے اور ایک مہینہ دن کو بھوکا پیاسا اور شہوانی خواہش کو پورا کرنے سے منع ہوکر اعتدال کی راہ پر آجائے اور انسانیت کا روپ دھار کر اللہ کا مطیع بندہ بن جائے اور فرشتوں پر اللہ کے فخر کی قابل بن جائے کہ یہ وہی انسان ہے جو اپنے نفس کی تمام خواہشوں کو میرے حکم پر قربان کر دیتا ہے اللہ نے اسے گیارہ مہینے آزاد چھوڑ دیا تھا دن رات کھاتا پیتا رہا اور جائز خواہش نفس کو پورا کرتا رہا بے اعتدالی کی دلدل میں پھنستا جا رہا تھا بہیمیت اور درندگی کی طرف تیزی سے گامزن تھا روحانیت کمزور ہوتی جارہی تھی تو اللہ تعالیٰ نے روزے کے ذریعہ سے پہلے انسان کا تخلیہ فرمایا اس کی باطنی روشنی چمک اٹھی اندر سے پاکیزگی ابھرنے لگی تو ذکر اللہ اور کلام اللہ کی تلاوت سے پھر تحلیہ فرمایا تب روح انسان کو اپنی غذا مل گئی ترقی کرتے کرتے فرشتوں کی صفات اپنانا شروع کر دیئے کھانا، پینا اور جماع نہ کرنے کا عادی بن گیا جب مہینہ مکمل ان عبادات میں مصروف رہنے میں گزارا جب

رمضان ختم ہوا اسی وقت عید کا چاند دیکھتے ہی تمام ممنوعات اور محظورات کے اباحت کا اعلان ہوا اور ایک مہینہ کی بھوک ، پیاس ، عبادات میں مشغول رہنے کی مشق کرا کر پورے سال کیلئے اسی طرح اطاعات پر کار بند ہونے اور ممنوعات سے پرہیز کرنے کا طریقہ سکھا دیا۔

نیک اعمال کی مشق:

بزرگوں کا تجربہ ہے کہ جو بندہ رمضان المبارک میں دن کو تلاوت کرتا ہے رات کو تراویح میں قرآن سنتا اور سناتا ہے تہجد بھی پڑھتا ہے سخاوت کا مظاہرہ کر کے ناداروں کی افطاری کا بندوبست بھی کرتا ہے حتی کہ کئی اعمال حسنہ جن کی طرف ماہ رمضان کے علاوہ توجہ نہیں ہوتی اللہ ان اعمال سے بھی نواز دیتے ہیں رمضان کے دوران نیک اعمال کرنے اور برے اعمال سے بچنے کی مشق اکثر و بیشتر مسلمانوں کو اگلے گیارہ مہینوں میں اللہ اپنے اوامر پر چلنے کی توفیق اور گناہوں سے بچنے کی ہمت اور اطاعت فرما دیتے ہیں۔

رضائے مولیٰ ہمہ اولیٰ:

معزز حاضرین دوسری بات جو بہت اہم ہے اور رمضان المبارک کے روزے رکھنے کا قدرتی نتیجہ ہے وہ ہے تقویٰ اور پرہیز گاری جس کا کچھ حصہ میں ابتداء میں ذکر کر چکا ہوں جس میں اشارہ ہے کہ مومن رضائے مولیٰ کو ہر حال میں مقدم رکھے گا اسکے حکم پر چلنے کو ترجیح دے گا اور ایک مجازی عاشق کی خاصیت بھی یہ ہے کہ محبوب جس کام کا حکم دے اس پر بغیر مصلحتوں میں پڑنے کے عمل کرتا ہے اور جہاں وہ منع کرتا ہے فوراً اسکی تعمیل کو اپنا فریضہ سمجھ کر اس کام سے رک جاتا ہے تو جو رب العالمین حقیقی محبوب ہے اسکے حکم سے کیسے بغاوت کی جائے جب اس نے کھانے کا حکم دیا تو کھانا عبادت ، پانی پینے کا فرمایا تو پانی پینا عبادت، نماز پڑھنے کا کہا تو اس وقت پڑھنا عبادت، جس وقت نماز نہ پڑھنے کا حکم دیا تو نہ پڑھنا عبادت، دوڑ لگانا عبادت نہیں مگر جب صفا و مروہ کی دوڑ لگانے کا حکم دیا تو وہی دوڑنا کار ثواب ٹھہرا اسی طرح پہاڑوں اور صحراؤں میں گھومنا سیر و سیاحت تو ہے لیکن عبادت نہیں مگر جب اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق منیٰ ، مزدلفہ اور عرفات کے پہاڑوں پر جانا نہ صرف عبادت بلکہ حج کے ارکان میں سے ایک عظیم رکن قرار دیا تکبر اور اکڑ کر چلنے سے منع فرمایا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ولا تمش فی الارض مرحاً یعنی زمین پر تکبرانہ انداز سے مت چلو لیکن طواف کعبہ کے دوران پہلے تین چکروں میں رمل (مونڈھے ہلانا) کو لازم قرار دیا تو پھر یہی انداز اطاعت اور نیکی کا کام ہوا

رمضان المبارک کے روزے اس کے علاوہ عام دنوں میں روزے رکھنا اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضا کا ذریعہ ہیں مگر عیدین کے پانچ دنوں (عید الفطر کے پہلے دن اور عید الاضحیٰ کے دسویں، گیارہویں، بارہویں، تیرہویں دن) میں روزہ رکھنا حرام قرار دیا۔

معزز سامعین! عبادت و اطاعت، نیکی اور اجر و ثواب کا کام وہ ہے جس کا حکم اللہ تعالیٰ فرما دیں اور بندہ اس حکم کو بے چوں و چرا مان لے اسی ماننے کا نام ایمان ہے اور اس حکم کی تعمیل کا نام عبادت ہے

خواب خلیلؑ اور سنت ابراہیمیؑ:

حضرت ابراہیمؑ کو خواب میں لخت جگر حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کا صرف اشارہ ملا جب خواب سے بیدار ہوئے تو فوراً حکم خداوندی کو پورا کرنے کا مصمم ارادہ فرما لیتے ہیں ہماری طرح ٹال مٹول نہیں کی اور نہ ہی حیلے بہانے تلاش کئے کہ یہ تو خواب تھا وحی تو نہیں تھی تو جب حضرت ابراہیمؑ کی تابعداری اور اطاعت اللہ تعالیٰ نے دیکھی کہ وہ اپنے بیٹے کی قربانی کر گزرنے والے ہیں تو ارشاد فرمایا: قد صدقت الرؤیا انا کذالک نجی المحسنین آپ نے خواب سچ کر دیکھایا۔ احسان اور نیکی کرنے والوں کو ہم یوں ہی بدلہ عنایت فرماتے ہیں، حضرت ابراہیمؑ کی اس اطاعت اور ادارے کو اللہ تعالیٰ نے عظیم قربانی سے تعبیر فرما کر قیامت تک اس سنت ابراہیمیؑ کو جاری فرمایا۔

نفس کی اصلاح و تربیت:

بہر حال میرے عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس رمضان المبارک میں تیس روزے مسلمانوں پر فرض کر دیئے ہیں اگر ان روزوں میں ہر طرح کی حکمتیں موجود ہیں لیکن ایک مسلمان ہونے کے ناتے ہم ان حکمتوں کے پیچھے نہیں پڑیں گے بلکہ حکیم مطلق کا حکم بے چوں و چرا مان کر اس کی کی تعمیل کریں گے اگر چہ جدید سائنس اور ٹیکنالوجی نے روزوں کے ہزاروں طبی فوائد بھی دریافت کیے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے روزوں کا مقصد خود بیان فرما دیا کہ لعلکم تتقون تا کہ تم لوگ متقی اور پرہیز گار بن جاؤ کیونکہ روزہ رکھنے سے نفس کے کئی تقاضوں سے باز رہنا پڑے گا اور یہی تقویٰ کی بنیاد ہے یہ تو روزہ کی ایک حکمت کا بیان ہے جو کہ سب سے جامع حکمت ہے اس کے علاوہ روزوں کی ہزاروں حکمتیں اور فوائد ہیں مثلاً نفس امارہ کی اصلاح اور تربیت ہوتی ہے گیارہ ماہ خلاف شرع کاموں میں مشغول رہتا ہے سرکشی اور طغیانی میں مصروف عمل ہوتا ہے، رمضان کے روزے

شروع ہوتے ہیں تو نفس کی سرکشی اور تیزی ماند پڑ جاتی ہے اور تمام اعضاء، آنکھ، زبان اور کان وغیرہ سست پڑ جاتے ہیں جسکی وجہ سے نفس کی خواہش کم ہو جاتی ہے اس لئے ہمارے بزرگ فرماتے ہیں کہ جب نفس بھوکا ہوتا ہے تو تمام اعضاء سیر ہو جاتے ہیں اور جب نفس سیر ہو جاتا ہے تو تمام اعضاء بھوکے ہو جاتے ہیں پھر آنکھ غیر محرم کی طرف دیکھنے کا تقاضا کرتی ہے زبان، کان اور اسی طرح تمام اعضاء گناہ کی طرف بڑھنے کی تمنا کرتے ہیں اس لئے روزے کی حالت میں یہ بات واضح طور پر سامنے آتی ہے کہ گنہگار سے گنہگار آدمی بھی گناہ کرنے سے باز رہتا ہے۔

روزہ سے روحانی ترقی:

محترم حاضرین! دوسرا فائدہ علماء کرام یہ بیان فرماتے ہیں روزہ کی وجہ سے مومن کا دل کدورتوں سے پاک ہو جاتا ہے کیونکہ دل کی کدورت فضول باتیں کرنے، آنکھ کا غلط استعمال کرنے اور اسی طرح تمام اعضاء کو غلط طریقے سے استعمال کرنے سے پیدا ہوتی ہے یعنی بلاضرورت زیادہ بولنا، غیر محرم اور گناہ کی چیزوں کی طرف دیکھنا اور غیر شرعی آوازوں کو سننے سے دل میں کدورت پیدا ہو جاتی ہے، چونکہ روزہ دار مومن ان تمام غیر شرعی امور سے اجتناب کرتا ہے تو اس کا دل کدورت سے پاک ہو جاتا ہے اور جب دل اس بیماری سے پاک ہو جاتا ہے تو پھر اچھے اور پاکیزہ کاموں کی طرف متوجہ ہوتا ہے ذکر اللہ، تلاوت قرآن مجید، نوافل، تراویح اور تسبیحات میں مشغول ہو کر روحانی ترقی حاصل کرنا ہے۔

فقرا و مساکین پر رحم:

تیسرا فائدہ روزہ کا یہ ہے کہ روزہ مساکین پر رحم کا سبب ہوتا ہے اس لئے کہ جو شخص بھوک و پیاس کی تکلیف اُٹھاتا ہے تو اس کے دل میں دوسرے لوگوں کی بھوک و پیاس کا احساس پیدا ہو جاتا ہے تو وہ پھر ان لوگوں پر رحم کرتا ہے جو مساکین ہوں اور بھوکے اور پیاسے ہوں۔

برکاتِ رمضان سے محروم کون؟

معزز سامعین! روزوں کے ہزاروں فائدے اور بھی ہیں بہرحال یہ بڑی رحمت و برکت والا مہینہ ہے اسکی رحمتوں اور برکتوں سے کوئی بھی مسلمان محروم نہیں رہ سکتا مگر وہ شخص جو ازلی بدبخت اور بدنصیب

ہواس لئے آپ ﷺ نے ایک موقع پر فرمایا:

عن انسؓ بن مالك قال دخل رمضان فقال رسول ﷺ ان هذا الشهر قد حضركم فيه ليلة القدر خير من الف شهر من حرمها فقد حرم الخير كله ولا يحرم الا كل محروم (رواه ابن ماجه)

''حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رمضان داخل ہوا پس آپ ﷺ نے فرمایا تحقیق تم پر یہ مہینہ آیا ہے اور اس میں ایک رات (شب قدر) ہزار مہینوں سے بہتر ہے جو شخص اس سے یعنی اسکی خیر سے محروم رہا اسکو عبادت کی توفیق نہ ہوئی پس بے شک وہ ہر خیر سے محروم رہا ور محروم نہیں کیا جاتا اسکی خیر سے مگر بدنصیب''

اعمال حسنہ کا موسم:

محترم دوستو! یہ مہینہ نیکیوں کے سیزن کا مہینہ ہے جس طرح سال کے ہر موسم میں کبھی سبزی کا اور کبھی فروٹ اور غلوں کا سیزن ہوتا ہے تو تاجر سیزن کا فائدہ اٹھا کر مال کماتے ہیں اور اپنی تجارت بڑھاتے ہیں تو اسی طرح مومن رمضان کے مبارک مہینے میں دن رات محنت کر کے نیکیاں اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرتا ہے ،آپ حضرات علماء کرام کے بیانات سنتے رہتے ہیں کہ اس مبارک مہینے میں ایک نفلی عبادت کا ثواب فرض ادا کرنے کے برابر ہے اور فرض کا ثواب ستر گنا زیادہ ہو جاتا ہے۔

شعبان ہی سے ترغیب رمضان:

اس مبارک مہینے کو آپ ﷺ نے شہر عظیم ، برکت والا مہینہ قرار دیا ہے حضور ﷺ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو شعبان سے ہی رمضان مبارک کی ترغیب دیا کرتے تھے حدیث مبارک میں آتا ہے کہ

عن سلمان قال خطبنا رسول الله ﷺ فی آخر یوم من شعبان فقال یایهاالناس قد اظلکم شهر عظیم مبارك شهر فیه لیلة خیر من الف شهرٍ شهر جعل الله صیامه فریضةً وقیام لیلة تطوعا من تقرب فیه بخصلةٍ کان کمن ادی فریضة فیما سواه ومن ادی فریضة فیه کان کمن ادی سبعین فریضة فیما سواه وهو شهر الصبر والصبر ثوابه الجنة وشهر المواساة

وشهر يزاد فى رزق المؤمن فيه من فطرفيه صائما كان مغفرة لذنوبه وعتق رقبته من النار وكان له مثل اجره من غيران ينقص من اجره شئى قالوا يا رسول الله ليس كلنا يجدمايفطر الصائم فقال رسول الله ﷺ يعطى الله هذا الثواب من فطرصائماً على تمرة اوشربة ماءٍ او مذقة لبن وهو شهر اوله رحمة واوسطه مغفرة واخره عتق من النار من خفف عن مملوكه فيه غفرالله له واعتقه من النار واستكثروا فيه من اربع خصال خصلتين ترضون بهما ربكم وخصلتين لاغناء بكم عنهما فاما الخصلتان اللتان ترضون بهما ربكم فشهادة ان لا اِله الا الله وتستغفرونه واما الخصلتان اللتان لاغناء بكم عنهما فتسئلون الله الجنة وتعوذون به من النار ومن اسقى صائماًسقاه الله من حوضى شربة لايظماء حتى يدخل الجنة (رواه البيهقى)

'' حضرت سلمان فارسیؓ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے شعبان کی آخری تاریخ میں ہم لوگوں کو وعظ فرمایا کہ تمہارے اوپر ایک مہینہ آرہا ہے جو بہت بڑا مہینہ ہے، بہت مبارک مہینہ ہے، اس میں ایک رات ہے (شب قدر) جو ہزارمہینوں سے بڑھ کر ہے اللہ تعالیٰ نے اس کے روزہ کوفرض فرمایا اوراسکے رات کے قیام (یعنی تراویح) کو ثواب کی چیز بنایا جوشخص اس مہینے میں کسی نیکی کے ساتھ اللہ کا قرب حاصل کرے ایسا ہے جیسا کہ غیر رمضان میں فرض ادا کیا اور جوشخص اس مہینے میں کسی فرض کوادا کرے وہ ایسا ہے جیسا کہ غیر رمضان میں ستر فرض ادا کرے یہ صبر کا مہینہ ہے اورصبر کا بدلہ جنت ہے اور یہ مہینہ لوگوں کے ساتھ غم خواری کرنے کا ہے اس مہینے میں مومن کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے جوشخص کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرائے اس کیلئے گناہوں کے معاف ہونے اورآگ سے خلاصی کا سبب ہوگا اور روزہ دار کے ثواب کی مانند اسکوبھی ثواب ہوگا لیکن اس روزہ دار کے ثواب سے کچھ کم نہیں کیا جائے گا صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول ﷺ ہم میں سے ہرشخص تو اتنی وسعت نہیں رکھتا کہ روزہ دار کو افطار کرائے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ پیٹ بھر کھلانے پر موقوف نہیں یہ ثواب تو اللہ جل شانہ ایک کھجور سے کوئی افطار کرادے یا ایک گھونٹ پانی پلادے یا ایک گھونٹ

لسی پلا دے اس پر بھی مرحمت فرما دیتے ہیں''

یہ ایسا مہینہ ہے کہ اس کا اول حصہ اللہ کی رحمت ہے اور درمیانی مغفرت ہے اور آخری حصہ آگ سے آزادی ہے جو شخص اس مہینہ میں ہلکا کر دے اپنے غلام و خادم کے بوجھ کو اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرماتے ہیں اور آگ سے آزادی فرماتے ہیں اور چار چیزوں کی اس میں کثرت کیا کرو جن میں دو چیزیں اللہ تعالیٰ کی رضا کے واسطے اور دو چیزیں ایسی ہیں جن سے تمہیں چارہ کار نہیں پہلی دو چیزیں جن سے تم اپنے رب کو راضی کرو وہ کلمہ طیبہ اور استغفار کی کثرت ہے اور دوسری دو چیزیں یہ ہیں کہ جنت کی طلب اور آگ سے پناہ مانگو جو شخص کسی روزہ دار کو پانی پلائے حق تعالیٰ قیامت کے دن میری حوض سے اس کو ایسا پانی پلائیں گے جس کے بعد جنت میں داخل ہونے تک پیاس نہیں لگے گی۔

سال بھر کا رزق، ایک ماہ میں:

معزز حاضرین! حدیث مبارکہ میں آپ نے سنا کہ اس ماہ مبارک میں مومن کے رزق میں بھی اضافہ کر دیا جاتا ہے خواہ وہ مومن فقیر و مسکین ہو یا مالدار ہو اور یہ بات ہمارے مشاہدے میں ہے کہ رمضان کے مبارک مہینے میں افطاری کے وقت ہر کسی کے گھر میں دستر خوان پر قسم قسم کی نعمتیں سجی ہوتی ہیں اللہ تعالیٰ سال بھر کے برابر روزی اسی ایک ماہ میں عنایت فرما دیتا ہے دوسری بات جو اس حدیث مبارک میں بیان ہوئی وہ کسی روزے دار کو افطار کروانا ہے جن کے تین عظیم فائدے بھی ذکر فرما دیئے کہ (۱) اسکے گناہوں کی بخشش ہوتی ہے (۲) اس کیلئے جہنم کی آگ سے آزادی کا سبب ہے (۳) روزہ دار کے برابر اسکو ثواب ملتا ہے اور مزید برآں یہ کہ یہ فوائد صرف ایک کھجور کھلانے اور صرف ایک گھونٹ پانی پلانے سے بھی حاصل ہوتے ہیں اور اگر کوئی پیٹ بھر کر کھانا کھلا دے تو اس کے لئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اس کو میرے حوض کا پانی پلایا جائے گا اور وہ کبھی بھی پھر پیاسا نہیں ہوگا یہاں تک کہ جنت میں داخل نہ ہو، اسی طرح اس مبارک مہینے میں دعاؤں کا خاص اہتمام کرنا چاہیئے حضرت عبادۃ بن صامتؓ کا بیان ہے کہ جب رمضان آتا ہے تو آنحضرتؐ ہم کو ان دعائیہ کلمات کی تلقین فرماتے۔ اللھم سلمنی لرمضان وسلم رمضان لی وسلمه الی متقبلاً

''اے اللہ مجھ کو رمضان کے لئے محفوظ کر دے اور رمضان کو میرے لئے محفوظ کر دے اور اس رمضان کو بحفاظت میرے لئے قبول فرما۔''

رب کائنات رمضان کی اس بابرکت فریضہ کو اخلاص وتقویٰ سے ادا کرنے کی توفیق دے۔

مولانا ظفر دارک قاسمی

سیرت نبوی کی معنویت عصر حاضر کے تناظر میں

آج پوری دنیا میں بدامنی اور خلفشار برپا ہے جس سے معاشرے کا سکون غارت ہو رہا ہے اس واحد وجہ یہ ہے کہ ہمارا واسطہ تعلیمات نبوی سے منقطع ہو چکا ہے۔ جب تک ہم اپنے معاشرے کی کردار سازی اور قول و عمل میں اخلاص پیدا نہیں کریں گے اس وقت تک اسی طرح ظلم و عدوان اور جور ستم کے شکار رہیں گے۔ کیونکہ قرآن میں بجا طور پر ہمیں اس کا حکم دیا ہے:

''فی الحقیقت تمہارے لیے رسول اللہ (ﷺ کی ذات) میں نہایت ہی حسین نمونہ (حیات) ہے ہر اس شخص کے لیے جو اللہ (سے ملنے) کی اور یوم آخرت کی امید رکھتا ہے اور اللہ کا ذکر کثرت سے کرتا ہے'' (الاحزاب،۳۳:۲۱)

آج ضرورت اس بات کی ہے کہ انسانی معاشرے کے ان پہلوؤں اور مسائل پر روشنی ڈالی جائے جن کے بارے میں اسلام کی نہایت غلط تعبیر کی جارہی ہے اور فی زمانہ یہ موضوعات پوری دنیا میں زیرِ غور ہیں۔ اسلام چودہ صدیاں قبل بنی نوع انسان کو رشد و ہدایت دینے کے لیے آیا اور حضور ﷺ کو مبعوث فرمایا گیا لیکن آج بھی آپ ﷺ کا اسوہ حسنہ تمام دنیا کے لیے ایک رول ماڈل کی حیثیت رکھتا ہے۔ انفرادی و اجتماعی سطح پر انسانی زندگی کے ہر پہلو میں کئی گنا تبدیلی آنے کے باوجود آپ ﷺ کے سوا کسی اور شخصیت کی زندگی نمونہ حیات ہے نہ اسلام کے سوا کوئی مذہب کامل رہنمائی فرتا ہے اور یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایسا کیوں ہے؟ اور یہ سوال اس لیے نہیں کہ ہم بحیثیت مسلمان خود کو مطمئن کرسکیں بلکہ اس لیے بھی کہ اغیار کو اسلام کی عظمت کا قائل کیا جاسکے۔ آج ہماری زندگی کا سیاسی، عمرانی، نفسیاتی، مذہبی، یا اقتصادی پہلو ہو ان تمام تبدیلیوں کے باوجود انسانیت آج بھی اسلام سے ہی ہدایت اور رہنمائی حاصل کر رہی ہے۔ اس کے لیے ہمیں اُس دور اور معاشرے کا مطالعہ کرنا ہوگا جس میں آپ ﷺ کی بعثت ہوئی۔ اسلام سے قبل خطہ عرب میں ہر سو ظلم و بربریت کا دور دورہ تھا۔ قبائلی

---

* ریسرچ اسکالر، شعبہ دینیات، اے ایم یو علی گڑھ ہندوستان

عداوتیں اپنے عروج پر تھیں، اخلاق و مروت کا نام ونشان تک نہ تھا، انسانی حقوق اور تکریم کا تصور بھی نہ تھا یہاں تک کہ خواتین کے ساتھ جانوروں جیسا سلوک کیا جاتا اور بیٹیوں کو زندہ درگور کر دیا جاتا تھا، معاشرے میں سچائی و رحم دلی اور علم کا نام ونشان بھی نہیں تھا، قوت حافظہ پر فخر کیا جاتا تھا، صرف خاندانی تفاخر اور نسلی تعصب کو ترجیح دی جاتی تھی۔ بے حیائی اس قدر عام تھی کہ خانہ کعبہ کا طواف بھی عریاں حالت میں کیا جاتا تھا۔ یہ وہ وقت تھا جب دیگر تمام ترقی یافتہ تہذیبیں دم توڑ چکی تھیں، جیسے مصری تہذیب اپنی تمام تر ترقی کے باوجود روبہ زوال تھی اسی طرح یونانی، ایرانی اور ہندی تہذیبیں تھیں جو معاشرے میں اثر ورسوخ نہیں رکھتی تھیں۔

بنابریں رب کائنات نے بنی نوع انسان پر احسان فرمایا اور اپنے حبیب مکرم نبی آخر الزماں ﷺ کو رحمۃ اللعالمین ﷺ بنا کر بھیجا۔

تعلیمات نبوی کا اجتماعی خاکہ:

چنانچہ آپ ﷺ نے دنیا کو برابری، عدل وانصاف، قومی یکجہتی، تہذیب وتمدن، اخلاق حسنہ معاشی، سیاسی، معاشرتی، آزادی، سخاوت اور تحمل و رواداری کا درس دیا۔ آپ ﷺ نے تعلیمی انقلاب کی داغ بیل ڈالی اور معاشرتی مساوات بھائی چارگی اور انسانی تکریم کے زیور سے مزین کیا تصور کیجیے جس معاشرے میں تین سو ساٹھ بتوں کی پوجا کی جاتی تھی۔ آپ ﷺ نے دنیا کو پہلی وحی سے ہی ایک رب کی پرستش کی تعلیم دی اور انہیں علم کی طرف راغب کیا۔ لوگوں کو لکھنے کی تعلیم دی اور انہیں Embryology سے متعلقہ مضامین سکھائے۔ گویا آپ ﷺ کا پہلا پیغام علم دیکر نوع انسانی کو شعور عطا فرمایا گیا اور اُسے تکریم انسانیت کی تعلیم دیکر فہم وشعور، غور تفکر، عقل وتوزن کے انمول جواہر سے سرفراز فرمایا۔

''اور بے شک ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی''۔ (بنی اسرائیل، ۱۷:۷۰)

پھر آپ ﷺ نے مساوات اور اخوت و بھائی چارے کی فضا قائم کی، جسے قرآن یوں بیان کرتا ہے:

''اے لوگو! ہم نے تمہیں مرد اور عورت سے پیدا فرمایا''۔ (الحجرات، ۴۹:۱۳)

''اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہاری پیدائش کی ابتدا ایک جان سے کی''۔ (النساء، ۴:۱)

آپ ﷺ نے معاشرتی وسماجی انصاف کا درس دیا:

''فرمادیجئے: میرے رب نے انصاف کا حکم دیا ہے'' (الاعراف، ۷:۲۹)

آپ ﷺ نے آزادی کا تصور دیا: ''دین میں کوئی زبردستی نہیں''۔ (البقرۃ،۲:۲۵۶)
یہ تو تھا اسلامی تعلیمات کا مجموعی خاکہ اب اسکے چند اہم گوشوں پر روشنی ڈالنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

حضور ﷺ کا تصور امن:

پوری دنیا بالخصوص عرب معاشرہ تشدد ظلم و وحشت اور سفاکی سے بھرا ہوا معاشرہ تھا، لیکن حضور نبی اکرم ﷺ نے لوگوں کو امن و سلامتی عام کرنے پر زور دیا: اور فرمایا:

''سلام کو رواج دو سلامتی میں رہو گے'' (مسند احمد بن حنبل)

اس حدیث مبارکہ میں حضور نبی اکرم ﷺ نے امن و سلامتی، اخوت و محبت اور بھائی چارگی کو اپنانے پر زور دیا۔ اور سلام کو عام کرنے پر زور دیا اور انہیں یہ نوید دی کہ اس طرح تم بھی دائرۂ امن میں آجاؤ گے۔

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

''قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے، تم جنت میں داخل نہیں ہو گے جب تک ایمان نہ لاؤ اور تمہارا ایمان کامل نہیں ہوگا جب تک تم ایک دوسرے سے محبت نہ کرو۔ کیا میں تمہیں ایسا کام نہ بتاؤں کہ اسے کرو تو ایک دوسرے سے محبت کرنے لگو گے؟ آپس میں سلام کو پھیلاؤ'' (سنن ابی داؤد کتاب الادب)

حضرت ابو ہریرہؓ سے ہی ایک دوسرے مقام پر مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

''تم اس وقت جنت میں داخل نہیں ہو گے جب تک اسلام نہ لاؤ اور تم اس وقت اسلام نہ لاؤ گے جب تک آپس میں ایک دوسرے سے محبت نہ کرو۔

(لوگو!) سلام کو عام کرو تم باہم محبت کرنے لگو گے۔ اور بغض سے بچو کیونکہ یہ کاٹنے والا ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ یہ تمہاری گردنیں کاٹے گا بلکہ یہ تمہارا دین کاٹے گا''۔(الادب المفرد)

ان احادیث میں اور دیگر کئی مواقع پر حضور نبی اکرم ﷺ نے اُس معاشرے کو امن و سلامتی عام کرنے کا حکم فرمایا جہاں جنگ و جدل انسانی گھٹی میں رچی بسی تھی۔ گویا آپ ﷺ کلی طور پر ایک پر امن ،محفوظ،صالح معاشرے کا قیام چاہتے تھے جہاں کسی کی جان مال، آبرو غیر محفوظ نہ ہو۔ ذرا غور فرمایے کہ ان اقوال رسول ﷺ میں مسلمانوں کو باہمی تعلق ملاپ کا ایک واضح اور صاف ستھرا راستہ بتایا گیا۔

جب کہ صحیح بخاری میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ان یہودیوں

کے ساتھ بھی نرمی اختیار کرنے کا حکم فرمایا جو آپ ﷺ کو بد دعا دے رہے تھے۔

''حضرت عائشہ صدیقہؓ روایت کرتی ہیں کہ کچھ یہودی آپ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور انہوں نے کہا: تمہارے اوپر موت ہو۔حضرت عائشہ نے جواباً کہا: تمہارے اوپر بھی ہو اور اللہ تم پر لعنت کرے اور تم پر اللہ کا غضب ہو۔اس پر حضور ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ! جانے دو، کج خلقی اور بد گوئی سے بچو''۔(صحیح بخاری)

بیعت عقبہ اولیٰ کے موقع پر آپ ﷺ نے یثرب سے آئے ہوئے بارہ رکنی وفد سے جو تعلیمات ارشاد فرمائیں وہ صالح معاشرہ، امن وامان، پیار و وفا، خلوص وللّٰہیت، جذبہ خیر سگالی، قومی یکجہتی اخوت ومحبت، مساوات اور نیکی جیسے اہم امور کی طرف نوع انسانی کی رہنمائی کرتی ہیں۔

۱- اللہ تعالیٰ اور اس کی وحدانیت پر ایمان لاؤ گے۔ ۲- کبھی چوری نہیں کرو گے۔

۳- کبھی بدکاری نہیں کرو گے ۴- کبھی اپنی بیٹیوں کو زندہ درگور نہیں کرو گے۔

۵- کسی پر بہتان نہیں باندھو گے۔

۶- جو کچھ میں تم سے کہہ رہا ہوں اگر وہ اچھا ہے تو اس کی پیروی کرو گے۔

اگر ہم مذکورہ تعلیمات پر غور کریں تو واضح ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے اہل مکہ کی دشمنی کا کوئی ذکر نہیں کیا اور نہ اپنے اوپر ہونے والے مظالم ومصائب کا بدلہ لینے کا کوئی اشارہ دیا بلکہ آپ ﷺ نے ان کی اخلاقی، معاشرتی وسماجی اصلاح پر زور دیا اور انھیں تکریم انسانیت کی تعلیم سے آراستہ کیا۔یہ تعلیمات کا پہلا پیکج تھا جو یثرب سے آئے ہوئے پہلے وفد کو دیا گیا۔بعد ازاں اس وفد نے یہ تعلیمات پھیلانا شروع کیں۔

جب آپ ﷺ مدینہ منورہ ہجرت فرما کر گئے تو اہل مدینہ کے دلوں میں آپ ﷺ کے لیے محبت کا سمندر موجزن تھا کیونکہ آپ ﷺ نے انہیں ان برائیوں سے نجات دلائی جو صدیوں سے ان کے اندر موجود تھیں۔یہاں آپ ﷺ نے درج ذیل تعلیمات پر مشتمل پہلا خطبہ دیا:

۱- اے لوگو! اللہ سے ڈرو اور تقویٰ اختیار کرو تاکہ تمہارے اعمال کی اصلاح ہو سکے۔

۲- ہمیشہ ذہن نشین رکھو کہ تمہیں روز محشر اُس خدائے وحدہ لاشریک کے حضور اپنے اعمال پر جواب دہ ہونا ہے۔۳- صدقہ وخیرات کی کثرت کرو۔ ۴- اپنے رویہ اور باتوں میں ہمیشہ نرمی اور رحم دلی اختیار کرو اور اپنے دل کو سخت اور ظالم نہ ہونے دیں۔ ۵-نفرت کی بجائے ایک دوسرے سے محبت کریں۔۶- اپنے نفس، دل اور ذہن کے شر انگیز پہلو سے پناہ مانگیں۔

۷- قرآن حکیم سے رہنمائی حاصل کریں۔ ۸- ہمیشہ اپنے وعدوں کی پاس داری کریں۔

مذکورہ تعلیمات واضح کرتی ہیں کہ آپ ﷺ ایک کامیاب و کامران ،تعمیری وفلاحی معاشرے کا خواہاں تھے جس کی بنیاد غریب پروری اور احسان پر ہو۔ جہاں لوگ امن و آشتی اور صلح پسندی کے ساتھ رہیں، جہاں باہم پر حقوق محفوظ ہوں، کسی کی حق تلفی نہ ہو یہ تعلیمات آج کے روشن خیال رہنماؤں سے سوال کر رہی ہیں جو جہاد کے نام پر امت کے نوجوانوں اور پوری دنیا کو گمراہ کر رہے ہیں۔ نیز یہ تعلیمات مغربی دنیا کے نام نہاد حکمرانوں کے منہ پر طمانچہ ہیں جو اسلام کو تشدد، دہشت گردی اور انتہا پسندی سے تعبیر کرتے ہیں۔

آمد مدینہ اور اقدامات نبوی ﷺ:

حضور نبی اکرم ﷺ نے مدینہ منورہ آمد کے بعد درج ذیل اقدامات کو تمام امور پر ترجیح دی۔ جو امن و امان بھلائی، خیر خواہی سکون و اطمینان کا پیش خیمہ ہیں۔

۱- آپ ﷺ نے اہل مدینہ سے خطاب فرماتے ہوئے باہمی محبت و یگانگت کے فروغ اور لوگوں کو اپنے قول و فعل اور رویے میں نرمی اور رحم دلی اختیار کرنے کا حکم دیا۔

۲- اس کے بعد آپ ﷺ نے جو پہلا کام کیا وہ مواخات کا تھا، جس کے ذریعے آپ ﷺ محبت، اخوت اور امن کی بنیاد پر سماجی استحکام چاہتے تھے۔

۳- مواخات کے بعد جو کام آپ ﷺ نے کیا وہ مدینہ کے یہود اور دوسرے غیر مسلم قبائل کے ساتھ سیاسی معاہدۂ امن تھا، جس کے ذریعہ آپ ﷺ نے ریاست مدینہ کو آئین دیا جو کہ دنیا کا پہلا تحریری دستور ہونے کے ساتھ ساتھ سیاسی، سماجی معاشرتی اخلاقی روحانی ، معاشی مذہبی ،تہذیبی تمدنی،اور دیگر فلاحی شعبوں پر محیط ہے۔

تاریخ عالم میں آئین سازی:

اگر ہم دنیا کی آئینی تاریخ کا مطالعہ کریں تو اس سے بھی دستور مدینہ کی اہمیت وافادیت دوچند ہو جاتی ہے۔

برطانیہ میں آئینی تاریخ کا آغاز ۱۲۱۵ء میں میگنا کارٹا کی صورت میں ہوا جس میں محدود سطح پر حقوق دیے گیے بعد ازاں Bill of Rights آیا جس کے بعد ۱۷۰۰ء میں Act of Settlement پاس ہوا۔اسی طرح امریکہ کی آئینی تاریخ پر نظر دوڑائیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ۱۷۷۶ء میں Declaration of Indpendence بنا۔ پھر ستمبر ۱۷۸۷ء میں Philadelphia Convention میں امریکہ کا پہلا آئین وجود میں آیا۔ اس دوران آئینی طور پر غلامی برقرار رہی۔

۱۸۶۸ء میں تیرھویں اور چودھوں ترمیم کے ذریعہ بنیادی انسانی حقوق کو آئین کا حصہ بنایا گیا۔۱۹۲۰ء میں انیسویں ترمیم کے ذریعہ عورت کو ووٹ ڈالنے کا حق دیا گیا۔ یہی حالات آسٹریلوی، فرانسیسی اور جرمن سیاسی نظاموں اور آئین کے ہیں۔اس سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے ہے مذکورہ آئین پورے طور پر انسانیت کی رہنمائی کرسے سے قاصر ہیں مگر حضور ﷺ نے دنیا کو پہلی ہجری میں جو دستور دیا وہ زندگی کے تمام پہلوؤں پر مکمل و مدلل رہنمائی فرماتا ہے۔

تاریخ اسلام میں آئین سازی:

اس ضمن میں ہم اسلامی آئین سازی کی تاریخ کا جائزہ لیتے ہیں تو یہ حقیقت اظہر من الشّمس ہوجاتی ہے کہ مغربی دنیا میں تمام حقوق کو آئینی تحفظ پچھلے ڈیڑھ دو سو سال کے عرصے کے دوران حاصل ہوا جب کہ اسلامی تاریخ میں حضرت محمد ﷺ نے چودہ صدیاں قبل ۵۵ شقوں پر مشتمل دنیا کا پہلا تحریری دستور دیا۔ اس آئین کے ذریعے آپ ﷺ نے تمام قوموں اور قبائل، مسلم، یہودی یا عیسائی وغیرہ ان تمام کو ایک قوم قرار دیا۔ آپ ﷺ نے ریاست مدینہ کا بنیادی ڈھانچہ تشکیل دیا۔ Devolution کے ذریعہ حکومت کو وفاقی، صوبائی اور لوکل سطحوں پر قائم کیا۔اُس دور میں پہلی آئینی اسمبلی قائم ہوئی اور قوموں کو عدل وانصاف کا تصور اس زمانے میں دیا جب بادشاہ کی زبان سے نکلا ہوا ہر لفظ قانون کا درجہ رکھتا تھا اور پوری دنیا تہذیب اور انسانی حقوق وقانونی دستور کے تصور سے نا آشنا تھی۔ مقامی وقومی خاندانی رسوم و روایات کو آئینی تحفظ دیا گیا۔تمام مذاہب کے پیروکاروں کو مذہبی آزادی دی گئی اور دہشت گردی کی تمام راہیں قانونی طور پر ختم کردی گئی۔آئین مدینہ کی دفعہ نمبر ۱۶ کے ذریعے دہشت گردی اور انتہاپسندی کے خلاف اجتماعی ردعمل کا اظہار قرار دیا گیا اور مدینہ کی حدود کے اندر قتال، دہشت گردی اور ظلم کو جرم عظیم قرار دیا گیا۔

ان تمام تصریحات کے بعد جب ہم اپنے اردگرد نظر دوڑاتے ہیں تو نہایت کربناک منظر دکھائی دیتا ہے کہ چندلوگوں اورگروپوں نے اسلامی تعلیمات کوتوڑ مروڑ کر پیش کیا جارہا ہے جس سے تعلیمات نبوی کا دور کا بھی واسطہ نہیں۔

مغرب اورآزادئی نسواں:

برطانیہ میں عورت کے حق رائے دہی کے لیے جدوجہد کا آغاز ہی ۱۸۹۷ء میں Millicent Fawcett نے National Union of Womens Sufferage کے قیام سے کیا یہ تحریک اس وقت زیادہ زور پکڑ گئی جب ۱۹۰۳ء میں Emmeline Pankhurst نے Woman's social and Political Union بنائی اور یہ یونین بعد میں Suffragettes کے نام سے مشہور ہوئی۔

برطانیہ کے House of Commons نے ۱۹۱۸ء میں ۵۵ کے مقابلہ میں ۳۸۵ ووٹوں کی اکثریت سے Representation of people Act پاس کیا جس کے مطابق ۳۰ سال سے زائد عمر کی خواتین کو ووٹ ڈالنے کا حق دیا گیا۔ اگر چہ یہ خواتین کے حق رائے دہی کے اعتراف کا نقطہ آغاز تھا مگر ابھی عورتوں کو مردوں کے برابر مقام نہیں دیا گیا تھا کیونکہ عام مردوں کیلئے حق رائے دہی کی اہلیت ۲۱ سال اور مسلح افواج کیلئے ۱۹ سال تھی۔

امریکہ میں ۴؍جولائی ۱۷۷۶ کا اعلان آزادی (the Declaration of Indepedence) جدید جمہوری معاشرے کے قیام کی بنیاد سمجھا جاتا ہے مگر اس میں بھی عورت کو بنیادی انسانی حقوق کے قابل نہیں سمجھا گیا Richard N.Current کے مطابق نوآبادیاتی معاشرے کی عورت ہر طرح کے حق سے محروم تھی۔

اسی طرح جب جیفرسن (Jefferson) نے اعلان آزادی میں The People کا لفظ استعمال کیا تو اس سے مراد صرف سفید فام آزاد مرد تھے۔ اور آج دو صدیوں بعد بھی امریکہ میں عورت مساوی آزادی و مساوات کے لیے کوشاں ہے۔ کیونکہ اس ڈیکلیریشن میں Men یا him کے الفاظ وارد ہوئے ہیں، Woman کے نہیں۔

جان بلم کے الفاظ میں ''پرانے امریکی مرد خواتین کو اپنے مساوی نہیں تسلیم کریں گے''

یہی وجہ ہے کہ ۱۹۴۸ء میں SenecFalls میں ہونے والے تاریخی NewYork Woman's Right Convention کے لیے Declaration of Sentiments لکھتے ہوئے Elizabeth Cady Stanton نے اس بات پر زور دیا کہ اعلان آزادی میں عورت کے نجی عمومی مطالبے بھی شامل کیے جائیں۔

انیسویں صدی میں امریکہ کی عورتوں کو حقوق کی علم برداری SusanBAnthony کو ۱۸۷۲ء میں صدراتی الیکشن میں ووٹ ڈالنے پر گرفتار کرلیا گیا اور ایک سو ڈالر کا جرمانہ بھگتنا پڑا کیونکہ اسے قانونی طور پر حق رائے دہی حاصل نہیں تھا۔

Susan B Anthony نے امریکی آئین کے دیباچہ کے درج ذیل مندرجات کی روشنی میں یہ موقف اختیار کیا کہ آئین کی رو سے عورت بھی ایک فرد ہے جسے تمام آئینی حقوق حاصل ہونے چاہیں: ہم متحدہ ریاستوں کے عوام ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے آئین کی تشکیل اور نفاذ کرنے تا کہ زیادہ مکمل یونین تشکیل دی جاسکے، انصاف قائم ہو داخلی امن واستحکام یقینی بنایا جائے، مشترکہ دفاع مہیا ہو فلاح عام کا فرغ ہو اور اپنے لیے اور آنے والی نسلوں کے لیے آزادی کی نعمت کا تحفظ کیا جائے۔

۴؍جون ۱۹۱۹ء کو امریکی کانگریس اور سینٹ نے امریکی آئین کا ۱۹واں ترمیمی بل منظور کیا جس میں یہ

قرار پایا: ''آرٹیکل ۱۹: کوئی ریاست یا متحدہ ریاستیں ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے شہریوں کا حق رائے دہی جنس کی بنیاد پر ختم نہیں کریں گی۔''

گویا امریکہ میں خواتین کو ۱۹۲۰ء تک رائے دہی کا حق حاصل نہ تھا جب انیسویں آئینی ترمیم منظور ہوئی جس کے تحت یہ حق دیا گیا۔

اسی طرح فرانس میں ۱۹۴۴ء میں عورتوں کو حق رائے دہی دیا گیا۔

آسٹریلیا میں ملک گیر سطح پر خواتین کو رائے دہی کا حق ۱۹۲۶ء میں دیا گیا۔ جبکہ آسٹریلوی پارلیمنٹ کے انتخابات میں کامیابی حاصل کرنے والی پہلی خاتون Edith Cowan تھی جو مغربی آسٹریلیا کی قانون ساز اسمبلی کی ۱۹۲۱ء میں رکن منتخب ہوئی۔

یہی حال دیگر مغربی ممالک کا ہے جہاں پچھلی ایک ڈیڑھ صدی میں عورت کو قانونی شخص تسلیم کیا گیا اور پچاس سو سال قبل اسے حق رائے دہی دیا گیا۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مغرب میں تحفظ عورت کا نظریہ عرصہ دراز تک التوا میں پڑا رہا اس کے باوجود بھی اسلام کی آزادی اور عصمت النساء پر کیچڑ اچھالتے ہیں جو آزادی عورتوں کو اب جا کر حاصل ہوئی ہے وہ اسلام نے پہلی ہجری میں ہی عطا کردی تھی نیز اسلام کی تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ اسلام نے آج سے ۱۴سو سال قبل ہی ہر طبقہ زندگی سے تعلق رکھنے والے انسانوں کے حقوق نہ صرف واضح فرمادیے بلکہ ان حقوق کی ادائیگی کی تاکید بھی کی۔ انہی انسانی حقوق میں سے اسلام نے عورتوں کے حقوق کی بھی حفاظت کی اور اپنی تعلیمات میں انہیں واضح انداز میں بیان بھی کیا۔

اسلام اور آزادئی نسواں:

اسلام نے آج سے چودہ صدیاں قبل عورت کو مساوی حقوق دیے نسلی امتیاز ختم کرتے ہوئے ،حق رائے دہی اور عورت کو انفرادی و اجتماعی حقوق دیکر۔ ماں، بہن، بیوی اور بیٹی کی حیثیت سے عائلی حقوق کا ذمہ دار بنایا اس طرح ازدواجی ،معاشی و سیاسی اور قانونی حقوق بھی مرحمت فرمائے۔

حضرت عثمانؓ کے انتخاب کے وقت مرد و عورت نے یکساں طور پر حق رائے دہی استعمال کیا نیز خواتین کی سیاسی مشیر کے طور پر تقرری کی گئی۔ اور مختلف انتظامی ذمہ داریوں پر اس کی تعیناتی کی گئی۔ عورت کو دفاعی ذمہ داریوں میں نمائندگی دی گئی۔ ملٹری آفیسرز کے طور پر ذمہ داریاں دی گئیں۔

عورت کی دی ہوئی امان کو مرد کی امان کے برابر قرار دیا گیا۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''عورت پوری قوم کیلئے امان دے سکتی ہے یعنی مسلمانوں کی طرف سے امان دے سکتی ہے'' (جامع ترمذی)

عورت کی امان کا صحیح ہونا رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام کے زمانہ میں ایک عام بات تھی۔ یہاں تک کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا:

''اگر کوئی عورت (مسلمانوں کی مصلحت کے خلاف بھی) کسی کو امان دے دے تو جائز ہے'' (سنن ابی داؤد)

اسی طرح اسلامی معاشرے میں عورت کو پارلیمنٹ میں بھی نمائندگی دی گئی ایک موقع پر جب حضرت عمر فاروقؓ نے مجلس شوریٰ سے عورتوں کے مہر کے مقدار متعین کرنے پر رائے لی تو مجلس شوریٰ میں موجود ایک عورت نے کہا آپ کو اس کا حق اور اختیار نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''اور اگر تم ایک بیوی کے بدلے دوسری بیوی بدلنا چاہو اور تم اسے ڈھیروں مال دے چکے ہو تب بھی اس میں سے کچھ واپس مت لو، کیا تم ناحق الزام اور صریح گناہ کے ذریعے وہ مال (واپس) لینا چاہتے ہو'' (النساء،۴:۲۰)

اس پر حضرت عمرؓ نے اپنی تجویز واپس لے لی اور فرمایا:

''عورت نے صحیح بات کی اور مرد نے غلطی'' (شوکانی، نیل الاوطار)

یہ عورت کو اسلام کی عطا کردہ عزت اور تکریم ہی تھی جس سے وہ معاشرے کا ایک موثر اور باوقار حصہ بن گئی اور اس نے زندگی کے ہر شعبے میں نمایاں کردار ادا کیا۔ سیاسی و انتظامی اور سفارتی کردار کے علاوہ تعلیم وفن کے میدان میں بھی عورتیں نمایاں مقام کی حامل تھیں روایت حدیث، قرآن وکتابت شعر و ادب اور دیگر علوم وفنون میں بھی بے شمار خواتین مہارت اور سند کا درجہ رکھتی تھیں۔ یہ ہے سیرت نبوی کا وہ پہلو جسے اغیار نے آج تک دبا کر رکھا ہے اس لیے ضرورت ہے کہ حضور ﷺ کی ان تعلیمات کو اجاگر کریں جن پر معاندین اعتراضات واتہام کی یورش کرتے ہیں۔ تبھی جاکر صالح و صحت مند معاشرے کا وجود ممکن ہے

☆ ☆ ☆

مولانا سعید الحق جدون حقانی

رمضان رحمتوں کا موسم بہار

رمضان کا مبارک مہینہ ایک بار پھر مسلمانون کیلئے رحمت خداوندی کا موسم بہار بن کر آیا ہے۔ یہ رحمت اورنیکیوں کا مہینہ ہے۔ اس میں گناہ جھڑتے اور خیر وبھلائی کی تازہ کونپلیں پھولتی ہیں،مغفرت کی ہوائیں چلتی ہیں،رحمت کی موسلادھار بارش برستی ہے۔اس ماہِ مبارک میں بارانِ رحمت نازل ہوتی ہے،رحمتوں کے شگوفے پھوٹتے ہیں،نیکیوں کی کونپلیں سراٹھاتی ہیں، اعمال صالحہ کے پھول کھلتے ہیں،ذکر ودعا اوراستغفار کی چہکار ہوتی ہے۔تلاوت ومناجات کی مہکار ہوتی ہے اور بخشش کی بہار ہوتی ہے۔

سرور کائنات ﷺ نے اس ماہ مبارک کی آمد سے ایک دن پہلے مشتاقانِ عبادت کو اعلان کرتے ہوئے فرمایا:''اے لوگو! تم پر ایک بہت برکت والے مہینے نے سایہ ڈالا، اس مبارک مہینے میں ایک رات ہزار مہینوں سے بہتر ہے.....تراویح نفل عبادت مقرر کیا ہے.....سنت پر فرض کے برابر ثواب ملے گا.....ایک فرض ادا کرنے کا ثواب ستر فرض کے برابر ہوگا.....اس کا پہلا حصہ رحمت، دوسرا مغفرت اور تیسرا حصہ آتشِ دوزخ سے آزادی ہے۔

رمضان المبارک رحمت خداوندی کا موسم بہار ہے۔ یہ انوار وبرکات کے فیضان کا مہینہ ہے، یہ مومنین کے پژمردہ دلوں کیلئے حیات نو کے پیغام کا مہینہ ہے، یہ باہمی ہمدردی اور خیر خواہی کا مہینہ ہے۔پیغمبر علیہ السلام نے اس مہینے کو شہر مواسات یعنی غمخواری کا مہینہ فرمایا ہے۔ علامہ طبریؒ فرماتے ہیں:'' کہ رمضان المبارک کو شہر مواسات کے نام سے موسوم کرنے میں اس بات کی ترغیب ہے کہ آپ اس مہینے میں تمام انسانوں اور بالخصوص فقراء ومساکین کے ساتھ احسان کریں، اور سخاوت وفیاضی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان کی ہر ممکن امداد کریں۔

رمضان میں پیغمبر علیہ السلام کی جودوسخا بادِرواں کی طرح:

جودوسخا ایک پسندیدہ صفت ہے، یہ صفتِ خداوندی ہے،رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:'' کہ اللہ تعالیٰ سخی وفیاض ہے اور سخاوت کو پسند فرماتے ہیں'' [ترمذی] رمضان کے مہینے میں اللہ

تعالیٰ کے جود وسخا میں اضافہ ہوتا ہے، کیونکہ جنتیوں کیلئے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، جہنم کے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں، شیاطین کو پابند سلاسل کردیا جاتا ہے۔ جب رمضان میں حق تعالیٰ کے جودوسخا میں اضافہ فرماتے ہیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو اللہ تعالیٰ کے صفات کے مظہرِ اتم تھے ان کے جود میں اضافہ ہوتا تھا۔ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ''رسول اکرم ﷺ سب سے زیادہ جود وسخاوالے تھے اور رمضان میں جب جبرائیل علیہ السلام آپ ﷺ سے ملتے تو بہت سخاوت فرماتے تھے۔ جبرائیل علیہ السلام رمضان کی ہر رات میں آپ ﷺ سے ملاقات کرتے اوران کے ساتھ قرآن کا دَور کرتے غرض مخلوق کی نفع رسانی میں آنحضرت ﷺ بارش لانے والی ہوا سے بھی زیادہ سخاوت فرماتے تھے۔'' [بخاری]

رسول اللہ ﷺ تو ویسے بھی سب لوگوں سے زیادہ فیاض اوردریا دل تھے، لیکن رمضان میں آپ ﷺ اس طرح راہِ خدا میں خرچ کرتے تھے جیسے تازہ ہوا کے جھونکے چلتے ہیں، کہ ہر کوئی اس سے فیض یاب ہوتا، آپ ﷺ کی اسی عادت مبارکہ کا اثر آپ کی امت میں بھی دیکھنے میں آتا ہے۔ اصحاب خیران تیس دنوں میں خوب دل کھول کر راہِ خدا میں خرچ کرتے ہیں، اورغریبوں وفقیروں کی امداد واعانت اوران کو شکم سیر کیا جاتا ہے۔

جود کی تشریح:

حدیث شریف میں لفظ جود آیا ہے، جود کے معنی ہیں بغیر سوال کے دینا ہے، تا کہ سائل ذلت سے بچ جائے، اس طرح جود کے معنی کثرت سے دینے کے بھی ہیں، یہی وجہ ہے کہ موسلا دھار بارش کو جود کہا جاتا ہے۔ علامہ کرمانیؒ فرماتے ہیں کہ جود کا مطلب یہ ہے کہ جو مناسب ہوااور جس کے مناسب ہو اس کو دینا۔ علامہ محمد اعلیٰ تھانویؒ فرماتے ہیں کہ جو مناسب ہو اس کو بغیر عوض اور بدلے کے دینا جود کہلاتا ہے۔

ان تعریفات کی روشنی میں مذکورہ حدیث سے یہ مستفاد ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کثرت سے صدقات وخیرات دیتے تھے اور بالخصوص رمضان المبارک میں سخاوت نبویؐ بادِ رواں کی طرح ہوتی تھی، بغیر سوال کے سائل کو دیتے تھے تا کہ سائل ذلت سے بچ جائے اور جو کچھ دیتے تھے وہ کسی غرض ومقصد کے تحت نہیں دیتے تھے بلکہ خالص اللہ تعالیٰ کی رضاوخوشنودی کیلئے دیتے تھے۔ جو

مناسب تھا اور جس کے مناسب تھا اس کو عطا فرماتے تھے۔ مثلاً بھوکوں کو کپڑے دینا اور ننگوں کو کھلانا جود وسخا نہیں بلکہ بھوکوں کو کھانا کھلانا اور ننگوں کو کپڑے دینا جود کہلاتا ہے، یہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ تھا۔ لہٰذا ہمیں بھی خرچ کرتے وقت ان اصولوں کو مدِ نظر رکھنا چاہیے، واضح رہے کہ جود ایک ملکہ فاضلہ ہے اور سخا اس کا اثر ہے، سخاوت کا تعلق مال سے ہے اور جود مال کے ساتھ مخصوص نہیں، علم کی تقسیم، معارف کی تقسیم، اخلاق کی تقسیم اور مال کی تقسیم وغیرہ سب جود میں داخل ہیں۔

افطاری کرانے کا اجر وثواب:

باہمی خیر خواہی اور ہمدردی کے اس مہینے میں لوگوں کی سحری وافطاری کا حتی الوسع انتظام کرنا چاہیے اور اپنے قرب وجوار میں غریب وتنگدست لوگوں کا خیال رکھنا چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: ''کہ یہ ہمدردی اور غمخواری کا مہینہ ہے، یہی وہ مہینہ ہے جس میں مومن بندوں کے رزق میں اضافہ کیا جاتا ہے جس نے اس مہینے میں کسی روزہ دار کو (اللہ تعالیٰ کی رضا وثواب حاصل کرنے کے لئے افطار کرایا تو یہ اس کے گناہوں کی مغفرت اور آتشِ دوزخ سے آزادی کا ذریعہ ہوگا اور اس کو روزہ دار کے برابر ثواب دیا جائے گا، بغیر اسکے کہ روزہ دار کے ثواب میں کمی کی جائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم میں سے ہر ایک کو تو افطاری کرانے کا سامان میسر نہیں ہوتا تو کیا غرباء اس ثواب عظیم سے محروم رہیں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ یہ ثواب اس شخص کو بھی دے گا جو دودھ کی تھوڑی سی لسی پر یا صرف پانی کی ایک گھونٹ پر کسی روزہ دار کا افطار کرادے، اور جو کوئی کسی روزہ دار کو پورا کھانا کھلادے تو اس کو اللہ تعالیٰ میرے حوض کوثر سے ایسا سیراب کرے گا جس کے بعد اس کو کبھی پیاس ہی نہیں لگے گی تا آنکہ وہ جنت میں پہنچ جائے گا۔ [بیہقی]

ایک اور حدیث میں ہے کہ جو کوئی رمضان المبارک میں روزہ دار کا روزہ حلال کمائی سے افطار کرائیگا تو رمضان کی تمام راتوں میں فرشتے ان کیلئے دعا کرینگے اور شب قدر کو جبرائیلؑ اس سے مصافحہ کرینگے۔ جبرائیلؑ کے مصافحے کی علامت یہ ہے کہ دل نرم اور آنکھیں پُرنم ہو جائینگی [مرقات: ۲۳۸/۴]

اس منافع کو دیکھ کر ہمارے اکابر واسلاف نے رمضان میں افطاری کرانا اپنا معمول بنا رکھا تھا، غریبوں اور تنگدستوں کیلئے افطاری کا اہتمام کرتے تھے۔ حضرت حماد بن سلمہ ایک مشہور محدث گزرے ہیں، وہ ہر روز پچاس آدمیوں کا روزہ افطار کرنے کا اہتمام کرتے تھے۔ یہ ایک اچھی

روایت ہے جس کا آج بھی مسلمانوں کے ہاں اہتمام کیا جاتا ہے۔

روزے کا فلسفہ :

روزے کی مشروعیت میں ایک خاص نکتہ یہ ہے کہ اس کی وجہ سے مالدار لوگوں کو یہ پتہ چلتا ہے کہ فاقہ میں کیسی اذیت اور بھوک و پیاس کی تکلیف ہوتی ہے، روزے کی حالت میں بھوک و پیاس کی وجہ سے ان امراء و اغنیاء کو اپنے غریب اور فاقے سے نڈھال بھائیوں کی تکلیف کا احساس ہوتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ تھوڑا سا کھانا کھلانے سے ان کی تکلیف کو دور کرنا کتنا بڑا ثواب ہے، جو خود بھوکا نہ ہو اس کو دوسرے غریب لوگوں کی بھوک اور جو خود پیاسا نہ ہو اس کو دوسروں کی پیاس کی تکلیف کا احساس کیونکر ہوگا؟

روزے کا بدل یعنی فدیہ اور کفارہ کے احکام پر اگر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوگا کہ ان سب مواقع پر روزہ کا بدل غریبوں کا کھانا کھلانا قرار دیا ہے، چنانچہ روزے کا فلسفہ اور حکمت یہی ہے کہ معاشرے میں غریب اور فاقے سے نڈھال بھائیوں کے ساتھ امداد، ایثار اور ہمدردی کے جذبے کو بیدار کیا جائے۔

رمضان المبارک میں نیک کاموں کا اہتمام کرنا:

زندگی کا کاروبار قبر کے کنارے پہنچنے تک ختم ہونے والا نہیں ہے۔ اس کے برعکس یہ مبارک ساعتیں خدا جانے پھر میسر آئیں یا نہ آئیں، لہٰذا ہمیں چاہیے کہ نیک کاموں کا اہتمام کریں، اس مہینے میں خوب خوب مال خرچ کریں، غریب رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں اور فقیروں تک خرچہ، کھانا اور کپڑے پہنچائیں، روزے داروں کو افطار کرائیں۔ یہی ہمارے لئے مفید ترین ذخیرہ ثابت ہوگا اور اس دنیا سے جانے کے بعد بھی ان سے حاصل ہونے والا اجر قبر کی تنہائیوں میں ہمارا رفیق بن جائیگا۔

دوسری بات یہ کہ اس مہینے کو دوسرے افکار سے فارغ ہوکر ہمہ تن عبادت کی طرف متوجہ ہوں۔ دوسری مصروفیات کو کم سے کم کر کے زیادہ سے زیادہ وقت قرآن پاک کی تلاوت اذکار وتسبیحات، نفلی نمازوں اور دوسری عبادتوں میں صرف کیا جائے۔

اگر ہم سچے دلوں سے اس ماہ مبارک میں نیک کاموں کا اہتمام کریں تو پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وعدہ ہے: ”من سلم له رمضان سلمت له السنة“ جس شخص کا رمضان سلامتی سے گزرا اس کا پورا سال سلامتی سے گزرے گا۔

محمد رضی الاسلام ندوی*

اسپرم بینک
تصور، مسائل اور اسلامی نقطۂ نظر

موجودہ جدید دور میں طب وسائنس کی وجہ سے جدید مسائل کا آئے روز سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ مثلاً ٹیسٹ ٹیوب بے بی، کلوننگ، جنیاتی بینک و انجینئرنگ ونقشہ، مصنوعی بار آوری، طبی استبرائے رحم، مِلک بینک، ری پروڈکٹیو کلوننگ اور جدید نظام تولید مثلاً کرائے پر رحم وغیرہ جیسے مباحث کے بعد انسانی و حیوانی منویہ (اسپرم بینک) کے مسائل بھی بحث وتحقیق کیلئے زیر غور ہے۔ یہ مضمون اسی سلسلہ میں دعوت غور وفکر دے رہا ہے۔ ''الحق'' کے صفحات مزید بحث ونظر کے ئے حاضر ہیں...... (مدیر)

عصر حاضر میں میڈیکل سائنس کے میدان میں غیر معمولی اور حیرت انگیز ترقیات نے سماجی سطح پر بعض ایسے مسائل کھڑے کر دیے ہیں، جن سے نظامِ خاندان بری طرح شکست وریخت سے دوچار ہے اور اس کے تانے بانے بکھر کر رہ گئے ہیں۔ ان میں حیواناتِ منویہ کی ذخیرہ اندوزی (Sperm Bank)، ان کا عطیہ (Sperm Donation) اوران کے ذریعے مصنوعی تلقیح (Artificial insemination) خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ اسپرم بینک سے مراد وہ طبی مراکز ہیں جو عطیہ دہندگان (Donors) کا نطفہ حاصل کرتے ہیں اور مخصوص تکنیک کے ذریعے ان سے حیواناتِ منویہ الگ کرکے اور انھیں منجمد کرکے اپنے یہاں محفوظ کرلیتے ہیں، تاکہ بعد میں کوئی بھی عورت، جو بچہ چاہتی ہے، انھیں وہاں سے حاصل کرکے، ان کے ذریعے مصنوعی طور پر بار آور ہوجائے اور حمل کی مخصوص مدت گزرنے کے بعد بچہ کو جنم دے۔ اسپرم بینک کا آغاز چار دہائیوں قبل مغرب میں ہوا، لیکن اس مختصر عرصے میں پوری دنیا میں اسے قبولِ عام حاصل ہوا ہے اور بیش تر ممالک میں یہ مراکز قائم ہوچکے ہیں۔

فطری طریقۂ تولید اور اس میں نقائص:

اسپرم بینک کا وجود فطری طریقۂ تولید میں پائے جانے والے بعض نقائص کے ازالے کیلئے

---

* معاون مدیر، سہ ماہی ''تحقیقات'' اسلامی علی گڑھ، ہندوستان

ہوا ہے۔ نسل انسانی کے استمرار و تسلسل کے لیے قدرت نے مرد اور عورت کے جنسی اتصال کو ذریعہ بنایا ہے۔ دونوں کے اعضائے تناسل سے سیّال مادے نکلتے ہیں۔ مرد کے خصیہ (Testes) میں اربوں حیوانات منویہ (Sperm) پائے جاتے ہیں۔ ایک مرتبہ کے انزال (Ejaculation) میں مرد کے عضو سے جو سیال مادہ (نطفہ/ Semen) نکلتا ہے، اس میں حیوانات منویہ کی تعداد 40 million سے 1.2 billion تک ہوتی ہے۔ عورت کے خصیۃ الرحم (Ovaries) میں تقریباً 2 million کیسات بیضیہ (Follicles) ہوتے ہیں۔ ان میں سے صرف چار سو پچاس (۴۵۰) ہی پوری عمر میں پختہ بیضہ (Mature Eggs) کے اخراج کی صلاحیت رکھتے ہیں، ہر ماہ خصیۃ الرحم سے ایک بیضہ کا اخراج (Ovulation) ہوتا ہے۔ جنسی تعلق کے نتیجے میں مرد کے حیوانات منویہ (Sperm) میں سے ایک کا عورت کے اعضاء تناسل میں قاذفین (Fallopian Tubes) میں سے ایک میں اس کے بیضہ (Ovum) سے اتصال و امتزاج ہوتا ہے۔ اس طرح عملِ بار آوری (Fertilization) انجام پاتا ہے۔ یہ بار آور بیضہ بہت سے خلیوں میں تقسیم ہوتا ہوا اور مختلف مراحل سے گزرتا ہوا رحم (Uterus) میں اتر آتا ہے اور بار آوری کے چھٹے دن مستبطن الرحم (Endometrium) میں چپک جاتا ہے، پھر نشو ونما پاتے ہوئے جنین (Foetus) کی شکل اختیار کرلیتا ہے۔ [1]

جنسی اعضاء میں سے کسی عضو میں کوئی نقص ہو تو بار آوری اور تولید کا عمل انجام نہیں پاسکتا۔ یہ نقص عورت میں بھی ہوسکتا ہے اور مرد میں بھی۔ عورت میں نقص کی متعدد صورتیں ہوسکتی ہیں۔ مثلاً خصیۃ الرحم میں کسی نقص کے سبب اس سے بیضہ کا اخراج ممکن نہ ہو، یا قاذفین پیدائشی طور پر موجود نہ ہوں یا مسدود ہوگئے ہوں، یا عورت پیدائشی طور پر رحم سے محروم ہو، یا کسی مرض کے سبب اس میں بار آور بیضہ کا استقرار ممکن نہ ہو۔ مرد میں نقص کی یہ صورتیں ہوسکتی ہیں کہ وہ قوتِ مردمی میں کمی کے سبب جماع پر قادر نہ ہو، یا اس کے نطفہ میں حیوانات منویہ کی تعداد کم اور ان کی حرکت کمزور ہو، یا نطفہ کو خصیوں سے عضوِ تناسل تک لانے والی رگیں مسدود ہوں، یا خصیے بے کار ہوں اور ان میں حیوانات منویہ کی پیدائش نہ ہورہی ہو۔ [2]

مصنوعی تلقیح کے میدان میں میڈیکل سائنس کی ترقیات

ان نقائص میں سے بعض خِلقی ہیں تو بعض اکتسابی (Acquired) ان کے علاج معالجہ کے سلسلے میں مغرب میں میڈیکل سائنس نے غیر معمولی ترقی کی ہے اور ان کے ازالے کے لیے مختلف تدابیر اختیار کی ہیں۔ مثلاً:

- اگر عورت میں قاذفین سرے سے موجود نہ ہوں، یا کسی وجہ سے مسدود ہو گئے ہوں، جس کی بنا پر مرد کے نطفے سے عورت کے بیضے کا اتصال اور بار آوری، پھر رحم میں اسکی تنصیب نہ ہو پا رہی ہو تو عورت کا بیضہ اور مرد کا نطفہ حاصل کر کے دونوں کو ایک ٹیسٹ ٹیوب میں بار آور کیا جاتا ہے۔ اس طریقہ کو 'ٹیسٹ ٹیوب میں بار آوری' In Vitro Fertilization (IVF) کہا جاتا ہے۔ پھر اس بار آور بیضہ کو ایک متعین مدت کے بعد عورت کے رحم میں منتقل کر دیا جاتا ہے۔

- اگر کسی نقص کے سبب عورت کے خصیۃ الرحم سے بیضہ خارج نہ ہو پا رہا ہو، لیکن اس کا رحم بالکل ٹھیک اور استقرارِ حمل کی صلاحیت رکھتا ہو تو کسی دوسری عورت کا بیضہ لے کر اس کے رحم میں منتقل کیا جاتا ہے، یا شوہر کے نطفے سے دوسری عورت کا بیضہ اسی کے رحم میں بار آور کر کے، یا دونوں کو ٹیسٹ ٹیوب میں بار آور کر کے اس بار آور بیضہ کی تنصیب بیوی کے رحم میں کر دی جاتی ہے۔ اسے 'انتقال بیضہ' (Ovum Implantation) کہا جاتا ہے۔

- اگر مرد نطفہ اور عورت بیضہ فراہم کر سکتی ہے، لیکن عورت رحم کے کسی مرض میں مبتلا ہو، جس کی وجہ سے اسمیں استقرار حمل نہ ہو سکتا ہو، یا وہ حاملہ ہونا نہ چاہتی ہو تو زوجین کسی دوسری عورت کے رحم کو کرایے پر لیتے ہیں۔ ٹیسٹ ٹیوب میں دونوں کے مادوں کا ملاپ کر کے حاصل شدہ جنین کو اس عورت کے رحم میں منتقل کر دیا جاتا ہے اور ولادت کے بعد اس بچے کو زوجین کے حوالے کر دیا جاتا ہے، دوسری صورت یہ ہے کہ بیوی سے بیضہ بھی حاصل نہیں ہو سکتا۔ شادی شدہ جوڑا اولاد کیلئے کسی دوسری عورت کی خدمات حاصل کرتا ہے، تاکہ شوہر کا نطفہ اس کے بیضے سے مل کر بہ صورت جنین اسکے رحم میں پرورش پائے۔ ان دونوں صورتوں کو 'قائم مقام مادریت' (Surrogacy) کا نام دیا گیا ہے۔

- اگر مرد کا نطفہ حیاتیاتی اعتبار سے صحت مند ہو اور اس میں تولیدی صلاحیت موجود ہو، لیکن وہ قوتِ مردمی میں کمی کے سبب جماع پر قادر نہ ہو، یا اس کے خصیوں سے عضوِ تناسل تک نطفہ کو لانے والی رگیں مسدود ہو گئی ہوں تو اس کا نطفہ ایک سرنج میں لے کر عورت کے قناۃ عنق الرحم (Cervical Canal) کے ذریعے رحم میں پہنچا دیا جاتا ہے، جہاں عورت کا بیضہ اس سے مل کر بار آور ہو جاتا ہے۔ اس طریقہ کو 'مصنوعی تلقیح' (Artificial Insemination) کہا جاتا ہے۔

- اگر مرد کے نطفہ میں حیواناتِ منویہ کا تناسب کم اور ان کی حرکت کمزور ہو، یا وہ تولیدی صلاحیت سے بالکل محروم ہو تو عورت کو بار آور کرنے کے لیے کسی دوسرے شخص کا نطفہ استعمال کیا جاتا ہے۔ اسے لے کر عورت کے بیضے کے ساتھ مصنوعی تلقیح کی جاتی ہے، پھر اسے عورت کے رحم میں منتقل

کردیا جاتا ہے۔ اسے 'عطیۂ حیوانِ منوی' (Sperm Donation) کہا جاتا ہے۔[۳]

مصنوعی تلقیح اور اسپرم بینک

مصنوعی تلقیح شوہر کے نطفے سے بھی ممکن ہے اور کسی اجنبی مرد کے نطفے سے بھی۔ اجنبی مرد کے نطفے سے مصنوعی تلقیح کا تجربہ پہلی مرتبہ انیسویں صدی کی آخری دہائی میں کیا گیا۔

۱۹۰۹ء میں امریکن جرنل Medical World میں ڈاکٹر ایڈیسن ڈیوس ہارڈ (Addison Davis Hard) کا ایک مراسلہ شائع ہوا، جس میں انھوں نے دعویٰ کیا کہ پچیس سال قبل ۱۸۸۴ء میں جیفرسن میڈیکل کالج فیلاڈلفیا میں پروفیسر ولیم پن کوسٹ (Prof.William Pancoast) نے عطیۂ حیوانِ منوی کے ذریعے مصنوعی تلقیح کا کامیاب تجربہ کیا تھا۔ یہ تجربہ ایک ایسی عورت پر کیا گیا جو ڈاکٹر ولیم کی مریضہ تھی۔ اس کے بارے میں اس کے شوہر نے بتایا کہ شادی کے کافی دن گزر جانے کے باوجود اسے بچہ نہیں ہوا ہے۔ ڈاکٹر نے عورت کے تمام ٹیسٹ کیے، لیکن وہ ہر لحاظ سے نارمل نکلی۔ شوہر کا ٹیسٹ ہوا تو اس کے نطفے میں حیواناتِ منویہ اتنے کم پائے گئے کہ ان کے ذریعے استقرارِ حمل ناممکن تھا۔ ڈاکٹر نے اپنے طلبہ کے سامنے یہ کیس رکھا تو ان میں سے کسی نے مشورہ دیا کہ کلاس کے سب سے اسمارٹ لڑکے کا نطفہ لے کر اس کے ذریعہ عورت کو بارآور کردیا جائے۔ یہ تجربہ کیا گیا اور جب تک یہ یقین نہیں ہوگیا کہ اس کے ذریعے عورت حاملہ ہوگئی ہے، اس کے شوہر کو کچھ نہیں بتایا گیا۔ جب شوہر کو اس بات کا علم ہوا تو وہ بہت خوش ہوا، لیکن اس نے درخواست کی کہ عورت کو یہ باتیں ہرگز نہ بتائی جائیں۔

اس واقعہ سے بہ خوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اس وقت تک مغرب میں بھی شوہر کے علاوہ کسی دوسرے مرد کے نطفے سے عورت کا حاملہ ہونا سماج میں قابلِ نفرت سمجھا جاتا تھا۔ یہ صورتِ حال بیسویں صدی کے وسط تک برقرار رہی۔ قانونی طور پر بھی اس کی اجازت نہیں تھی۔ ۱۹۵۴ء میں امریکا میں Cook Country کی سپریم کورٹ نے ایک کیس میں زوجین کے درمیان اس وجہ سے علیحدگی کروادی کہ بیوی نے شوہر کی اجازت کے بغیر اجنبی مرد کے نطفے سے مصنوعی تلقیح کروائی تھی۔ عدالت نے یہ رولنگ دی کہ مصنوعی تلقیح سے ہونے والا بچہ چوں کہ نکاح کے دائرے سے باہر پیدا ہوا ہے، اس لیے یہ عمل غیر قانونی اور جرم ہے۔ اٹلی میں اسقفِ اعظم نے اسے گناہ قرار دیا اور مشورہ دیا کہ جو شخص اسے انجام دے اسے جیل بھیج دیا جائے۔ ۱۹۶۳ء میں امریکہ کی ایک عدالت نے فیصلہ دیا کہ مصنوعی تلقیح سے بچہ پیدا کرنا غیر قانونی ہے۔ اس لیے کہ اس میں اجنبی شخص کا حیوانِ

منوی استعمال کیا جاتا ہے، جس سے عورت رشتۂ ازدواج میں منسلک نہیں ہوتی۔ لیکن پھر آہستہ آہستہ اس رجحان میں تبدیلی آنے لگی۔ ۱۹۶۴ء میں جارجیا پہلی ایسی امریکی ریاست ٹھہری جہاں مصنوعی تلقیح سے ہونے والی پیدائش کو قانونی حیثیت دی گئی، اس شرط کے ساتھ کہ اس کے لیے شوہر اور بیوی دونوں نے تحریری طور پر اجازت دی ہو۔ ۱۹۷۳ء میں کمشنرس آف یونی فارم اسٹیٹ لاز نے اور ایک سال کے بعد امریکن بار ایسوسی ایشن نے Uniform Parentago Act منظور کیا۔ اس کے مطابق اگر کسی عورت کی کسی اجنبی مرد کے حیوانِ منوی سے مصنوعی تلقیح اس کے شوہر کی اجازت سے ہوتی ہے تو حیوانِ منوی کا عطیہ دینے والے کو قانونی حقوق حاصل نہیں ہوں گے اور شوہر ہی کو اس بچے کا باپ سمجھا جائے گا۔

مصنوعی تلقیح تازہ اسپرم کے ذریعے بھی ممکن ہے اور منجمد اسپرم کو دوبارہ طبعی حالت پر لاکر بھی۔ منجمد اسپرم کے ذریعے مصنوعی تلقیح کا تصور سب سے پہلے اٹلی کے مشہور ڈاکٹر Montegazza نے ۱۸۶۶ء میں پیش کیا۔ اس نے مشورہ دیا کہ جو شخص میدانِ جنگ میں اپنی خدمات پیش کرنے کے لیے جارہا ہو اسے چاہیے کہ گھر پر اپنا اسپرم منجمد اور محفوظ کرکے جائے، تاکہ اگر وہ جنگ میں کام آجائے یا وہاں سے معذور ہوکر واپس لوٹے تو حسبِ ضرورت اس کا قانونی وارث جنم لے سکے۔ لیکن یہ تصور نصف صدی کے بعد عملی جامہ پہن سکا۔

اسپرم بینک کا آغاز وارتقاء

۱۹۳۸ء اور ۱۹۴۵ء کے درمیانی عرصے میں سائنس دانوں نے دیکھا کہ اسپرم منجمد اور محفوظ کیے جانے کے دوران منفی ۳۲۱ ڈگری فارن ہائٹ تک کا درجۂ حرارت برداشت کرسکتے ہیں۔ ۱۹۴۹ء میں امریکی سائنس داں پارکس (A.S. Parkes) نے دو برطانوی سائنس دانوں کے ساتھ مل کر ایک اہم دریافت کی۔ انھوں نے گلیسرول نامی رقیق محلول تیار کیا، جو اسپرم کو منجمد کرنے کے دوران اسے جراحت سے بچاتا تھا۔ ۱۹۵۳ء میں امریکن سائنس داں ڈاکٹر جیروم شیرمن (Dr.Jerome K. Sherman) نے اس میں مزید بہتری پیدا کی اور پہلی مرتبہ منجمد اسپرم کے ذریعے عورت کے بیضہ کی بارآوری کا کامیاب تجربہ کیا۔ اس کا باقاعدہ اعلان دس سال کے بعد ۱۹۶۳ء میں 11th International Congress of Genetics میں کیا گیا۔ اس طرح اسپرم بینک کے امکانات میں دل چسپی لی جانے لگی۔ اس کے تقریباً ایک دہائی کے بعد ۱۹۷۱ء میں پہلا کمرشیل اسپرم بینک Minnesota(Roseville) میں قائم ہوا۔

اسپرم بینک کو Cryobank بھی کہا جاتا ہے۔ Cryo یونانی لفظ Kryos سے نکلا ہے، جس کے معنیٰ 'پالا' (Frost) کے ہیں۔ اس بنا پر اسپرم بینک کا اطلاق ان طبی مراکز پر ہوتا ہے جہاں انسانی نطفہ میں پائے جانے والے حیوانات منویہ کو منجمد کر کے محفوظ کیا جاتا ہے، تاکہ آئندہ وقتِ ضرورت دوبارہ انھیں طبعی حالت پر واپس لاکر ان کے ذریعے استقرار حمل کروایا جاسکے۔ اسپرم کو کتنی مدت تک منجمد رکھا جاسکتا ہے؟ اس کی کوئی حد نہیں ہے۔ برطانیہ میں اسپرم کے ایک نمونہ کو اکیس (۲۱) سال تک منجمد رکھنے کے بعد اس سے استقرارِ حمل کروایا گیا۔

ابتدا میں اسپرم بینکوں کی توجہ زیادہ تر ان مردوں کو سہولت فراہم کرنے پر تھی، جن میں بعض عوارض و اسباب سے نامردی پیدا ہوجاتی ہے۔ مثلاً بعض مرد نس بندی کے ذریعے اپنی تولیدی صلاحیت ختم کرالیتے ہیں۔ اسی طرح کینسر یا بعض دیگر امراض میں سرجری ضروری ہوجاتی ہے، یا بعض امراض میں کیمیاوی علاج (Chemotherapy) یا تابکاری (Radiation) کے ذریعہ علاج کیا جاتا ہے۔ ان صورتوں میں تولیدی صلاحیت ختم ہوسکتی ہے۔ اسپرم بینکوں کے ذریعے مردوں کو یہ سہولت حاصل ہوئی کہ وہ مذکورہ علاج کرانے سے قبل اپنے اسپرم کے نمونے ان مراکز میں جمع کرادیں، تاکہ بعد میں اگر انھیں اولاد کی خواہش ہو تو ان کے ذریعے اپنے جوڑوں میں مصنوعی تلقیح کرواسکیں لیکن ساتویں دہائی کے آخر میں Wisconsin University میں محققین اور معالجین کے ذریعے ہونے والے ایک سروے کے بعد یہ مرکز توجہ (Focus) تبدیل ہوگیا۔ اس سروے میں بتایا گیا کہ امریکا میں 3.5 million بانجھ جوڑوں میں سے تقریباً نصف میں بانجھ پن کا سبب مردوں میں تھا اور یہ کہ اس کا علاج کرنے والے ڈاکٹروں میں سے خاصی بڑی تعداد اجنبی مردوں کے تازہ نطفے کے ذریعے مصنوعی تلقیح کرتی تھی۔ یہ نطفے وہ میڈیکل اسٹوڈنٹس یا اسپتال کے عملہ سے حاصل کرتے تھے۔ اس سروے کی اشاعت کے بعد مجہول عطیہ دہندگان کے اسپرم کی طلب بڑھ گئی اور اس کی تکمیل اسپرم بینکوں کا ہدف بن گیا۔

ابتدا میں ڈاکٹر منجمد اسپرم کے استعمال کے حق میں نہیں تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ استقرارِ حمل کے سلسلے میں منجمد اسپرم کے مقابلے میں تازہ اسپرم زیادہ کارگر ہے۔ لیکن آٹھویں دہائی کے وسط سے AIDS نامی موذی مرض کے انکشاف کے نتیجے میں منظرنامہ تبدیل ہوگیا۔ Hepatitis, HIV یا دیگر متعدی جنسی بیماریوں (Sexual Transmitted Diseases STD) کے اندیشے کے سبب American Association of Tissue Bank نے اپنے ممبر بینکوں کو تاکید کی کہ وہ

تازہ اسپرم کا استعمال نہ کیا کریں۔ ۱۹۸۸ء میں امریکہ میں صحتی نگہہ داشت کے اداروں (1) American Fertility Society (2) Food & drugs Administration (3) Centre for disease Control نے بھی تجویز دی کہ مصنوعی تلقیح کے لیے اجنبی مردوں کے صرف منجمد اسپرم استعمال کیے جائیں۔ موجودہ دور میں اسپرم بینکوں کا دائرہ اور طریقہ کار مغرب میں اسپرم بینکوں سے تین طرح کی خواتین استفادہ کرتی ہیں:

۱- وہ شادی شدہ خواتین جن کے شوہر کسی وجہ سے تولیدی صلاحیت سے محروم ہوں۔

۲- ہم جنسیت میں مبتلا خواتین (Lesbians)۔

۳- وہ خواتین جنکا نکاح نہ ہوا ہو، لیکن وہ ماں بننا چاہتی ہوں (Single Patents)

ان خواتین کو اختیار رہتا ہے کہ وہ اسپرم بینک سے ایسے مجہول افراد کا اسپرم لیں جنھیں اپنی خاندانی زندگی کا جز نہ بنانا چاہتی ہوں، یا ایسے افراد کا اسپرم حاصل کریں جن سے بعد میں وہ خود یا پیدا ہونے والا بچہ بالغ ہونے کے بعد رابطہ کرسکیں۔

یہ خواتین عموماً اسپرم حاصل کرکے خود اپنے اندر مصنوعی تلقیح کرواتی ہیں اور استقرار حمل کے بعد متعینہ ایام گزرنے پر بچے جنتی ہیں۔ کچھ خواتین ایسی بھی ہوتی ہیں جو حمل کے لیے کسی دوسری عورت کا رحم کرایے پر لیتی ہیں۔ بیضہ بچہ چاہنے والی عورت کا ہوتا ہے اور اسپرم عطیہ دینے والے مرد کا۔ دونوں کو ٹیسٹ ٹیوب میں بارآور کرکے کرایے کے رحم میں منتقل کردیا جاتا ہے، جس میں استقرار شدہ جنین کی پرورش ہوتی ہے۔

بعض بینک اسپرم حاصل کرنے والی خواتین کو آئندہ ہونے والے بچے کی جنس کے انتخاب کی بھی سہولت فراہم کرتے ہیں۔ سائنسی طور پر یہ بات معلوم و محقق ہے کہ اسپرم میں Y Chromoseme لڑکے (Male) کی پیدائش کے ذمے دار ہوتے ہیں، جبکہ X Chromosome سے لڑکی (Female) پیدا ہوتی ہے۔ X اور Y کروموزوم کو الگ الگ کرنے کیلئے اسپرم بینک 'طریقۂ سباحت' (Swimup Method) اختیار کرتے ہیں۔ ٹیسٹ ٹیوب میں تازہ حاصل کیے گئے اسپرم کیساتھ Sperm Extender شامل کرکے چھوڑ دیا جاتا ہے۔ نصف گھنٹے کے بعد Y کروموزوم، جو ہلکے ہوتے ہیں، اوپر تیرنے لگتے ہیں، جبکہ X کروموزوم، جو بھاری ہوتے ہیں، نیچے بیٹھ جاتے ہیں۔ اولاً جنس کی تعیین میں یہ طریقہ سوفی صد کامیاب نہیں ہے، ثانیاً بعض ممالک میں قانونی طور سے اس پر پابندی عائد ہے۔

اسپرم بینکوں میں اپنے اسپرم کا عطیہ دینے والے بعض افراد رفاہی جذبے سے ایسا کرتے ہیں، جب کہ بعض اپنے عطیے کا معاوضہ وصول کرتے ہیں۔ نو (۹) ملکوں میں عطیۂ حیوان منوی (Sperm Donation) پر ہونے والے انتیس (۲۹) مطالعات (Studies) کا نتیجہ یہ سامنے آیا کہ عطیہ دہندہ کو ایک انزال (Ejaculation) پر دس (۱۰) ڈالر سے ستر (۷۰) یورو تک ملتے ہیں۔ نیویارک میں واقع Cryos International Sperm Bank سے رابطہ رکھنے والے عطیہ دہندگان کے درمیان ہونے والے سروے سے معلوم ہوا کہ عطیہ کے مذکورہ بالا دوہی مقاصد اہم ہیں۔ اس اسپرم بینک میں عطیہ پر جو معاوضہ طے تھا ۲۰۰۴ء میں اس میں سو فی صد اضافہ کر دیا گیا، لیکن نہ نئے عطیہ دہندگان نے رجوع کیا نہ پرانے عطیہ دہندگان کے عطیوں کی تعداد (Frequency) میں اضافہ ہوا۔ ایک سال کے بعد معاوضہ کی سابقہ شرح بحال کر دی گئی، تب بھی دونوں پر کوئی اثر نہ ہوا۔ نہ عطیہ دہندگان کی تعداد کم نہ ہوئی اور ان کی باریوں میں کمی آئی۔

جو افراد اسپرم بینک کو اپنے اسپرم کا عطیہ دیتے ہیں وہ ان بچوں کی کوئی قانونی ذمہ داری نہیں لیتے جو ان کے اسپرم سے پیدا ہوئے ہوں۔ اس سلسلے میں اسپرم بینک اپنے عطیہ دہندگان سے باضابطہ معاہدہ (Agreement) کر لیتے ہیں۔

اسپرم بینک میں بعض شادی شدہ افراد بھی اپنا اسپرم محفوظ کرواتے ہیں، مثلاً وہ فوجی جو محاذِ جنگ پر جا رہے ہوں (خلیجی جنگ میں بہت سے امریکی فوجیوں نے یہ کام کیا)، یا کینسر وغیرہ کے وہ مریض جو اپنا کیمیاوی علاج (Chemotherapy) کروا رہے ہیں۔

اسپرم بینک عطیہ پر ابھارنے کے لیے پبلسٹی کے تمام ممکنہ ذرائع استعمال کرتے ہیں، خاص طور پر وہ اس کام کے لیے انٹرنیٹ اور Gay & Lesbian Publications کا سہارا لیتے ہیں۔ عموماً اٹھارہ (۱۸) سے پینتالیس (۴۵) سال کے درمیان کی عمر کے افراد کا اسپرم حاصل کیا جاتا ہے۔ جو افراد ان سے رجوع کرتے ہیں ان کا بہت تفصیل سے معاینہ (Checkup) کیا جاتا ہے کہ وہ موروثی امراض (Genetic Diseases)، کروموسوم سے متعلق نقائص (Chromosomal Abnormalities) یا اسپرم کے ذریعے منتقل ہونے والے متعدی امراض (Sexual Transmitted infections) کا شکار تو نہیں ہیں۔ اگر وہ صحت مند ہوں تو ان کے اسپرم کا نمونہ لے کر اس کی بھی خورد بینی حیاتیاتی جانچ (Microbiological test) کی جاتی ہے کہ اس میں متحرک حیواناتِ منویہ کی تعداد کیا ہے؟ ان میں تولیدی صلاحیت کتنی ہے؟ عملِ انجماد کے دوران وہ زندہ رہ پائیں گے یا نہیں؟ وغیرہ۔ پھر مخصوص تکنیک سے اسے منجمد کر کے چھ ماہ کے لیے محفوظ کر دیا جاتا ہے۔

اسے 'وقفۂ قرنطینۂ' (Quarantine Period) کہا جاتا ہے۔ یہ وقفہ گزرنے کے بعد عطیہ دہندہ کا دوبارہ ٹیسٹ یہ جاننے کے لیے کیا جاتا ہے کہ اسے کوئی انفیکشن تو نہیں ہے۔ نتیجہ منفی ہونے کی صورت میں اس کے سپرم کو مصنوعی تلقیح کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔

اسپرم بینک عطیہ دہندگان کے بارے میں مکمل معلومات محفوظ رکھتے ہیں۔ مثلاً نسل، تعلیم، قد، ہیئت، جلد کی رنگت، آنکھوں کا رنگ، بلڈ گروپ وغیرہ۔ ان میں سے کچھ معلومات انٹرنیٹ پر دست یاب ہوتی ہیں اور کچھ ان افراد کو بہ راہ راست دی جاتی ہیں جو اسپرم حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ بعض خواتین ایک ہی عطیہ دہندہ کے اسپرم سے ایک سے زیادہ بچے پیدا کرنا چاہتی ہیں تو اسپرم بینک اس کی بھی سہولت فراہم کرتے ہیں۔ امریکہ کے شہر اسکینڈیڈو، کیلی فورنیا میں ۱۹۸۰ء میں ایک اسپرم بینک Respository for Germinal Choice کے نام سے قائم ہوا تھا، یعنی عمدہ نطفہ کا مرکز۔ (تقریباً دو دہائیوں کے بعد یہ مرکز اپنے بانی Robart Graham کی وفات کے بعد بند ہوگیا)۔ اس کا دعویٰ تھا کہ وہ نوبل انعام یافتہ افراد سے انکے نطفے حاصل کرکے انھیں محفوظ کرتا اور اعلیٰ ذہانت کی حامل ایسی خواتین کو، جن کے شوہر تولیدی صلاحیت سے محروم ہوں، مصنوعی تلقیح کے لیے پیش کرتا ہے۔

اسپرم بینک کے صحیح اور منظّم طریقے سے اپنی سرگرمیاں جاری رکھنے کے لیے مختلف ممالک میں قواعد وضوابط وضع کیے گئے ہیں۔ مثلاً بعض ممالک میں مجہول عطیہ دہندگان کے اسپرم استعمال کرنے پر پابندی ہے۔ بعض ممالک غیر شادی شدہ عورت کو عطیۂ حیوانِ منوی کے ذریعے مصنوعی تلقیح کی اجازت نہیں دیتے۔ بعض ممالک نے یہ تعداد متعین کردی ہے کہ اسپرم کے ایک عطیہ سے زیادہ سے زیادہ کتنے بچے پیدا کیے جاسکتے ہیں۔ چنانچہ اس کے خواست گاران اپنی مطلب براری کے لیے دیگر ممالک کا سفر کرتے ہیں، جہاں اس کی اجازت ہے۔ اسے 'تولیدی سیاحت' (Fertility Tourism) کا نام دیا گیا ہے۔ بعض اسپرم بینک اپنے یہاں محفوظ اسپرم کو تولیدی علاج (Fertility Treatment) کے علاوہ دیگر کاموں میں بھی استعمال کرتے ہیں۔ مثلاً وہ زائد از ضرورت نمونوں کو اندرونِ ملک یا بیرونِ ملک دیگر اسپرم بینکس کو فروخت کردیتے ہیں۔ بعض بینک اسپرم کو قابلِ استعمال بنانے (Processing)، محفوظ کرنے اور سپلائی کرنے کو بزنس بنالیتے ہیں۔ بعض بینک تعلیمی اور تحقیقی مقاصد سے، متعلقہ اداروں کو اسپرم فراہم کرتے ہیں۔ اس چیز نے موجودہ دور میں بین الاقوامی تجارت کی شکل اختیار کرلی ہے، جس میں دنیا بھر کے ممالک شریک ہیں۔ ڈنمارک دنیا کا ایسا ملک ہے جو سب سے زیادہ اسپرم ایکسپورٹ کرتا ہے۔ .... (جاری ہے)

انٹرویو ضبط وترتیب: مولانا محمد اسرار حقانی

ایک دن کرنل محمد اعظم کے ساتھ

ماہنامہ "الحق" کی بزمِ علم و ادب کا ایک روشن چراغ جناب کرنل محمد اعظم صاحب کچھ عرصہ قبل بادِ فنا نے گل کردیا تھا۔ آپ علم دوست، باذوق اور کتاب و مطالعہ کے انتہائی درجے کے شوقین شخصیت تھے۔ اکوڑہ خٹک کی علمی، ادبی چند بڑی شخصیات میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ ساری عمر فوج میں گزاری، لیکن شعروشاعری، زبان اردو اور اردو ادب کے ساتھ آپ عمر بھر وابستہ رہے۔ زندگی کے آخری پندرہ بیس برس ماہنامہ "الحق" کے ساتھ اعزازی طور پر وابستہ ہوگئے۔ بیماری کے آخری ایام میں دفتر "الحق" تشریف لائے تو مدیر صاحب مولانا راشد الحق کی خواہش پر مولانا اسرار حقانی صاحب نے اِن سے مختصر سا انٹرویو لیا، کرنل صاحب نے فالج کے مرض اور انتہائی کمزوری کے باوجود چند سوالات کے جوابات دیئے۔ قارئین کی معلومات اور کرنل صاحب کی خدمات کے حوالے سے یہ انٹرویو نذر قارئین ہے .... (ادارہ)

---

۲۵ اگست ۲۰۱۳ء بروز اتوار دارالعلوم حقانیہ کے ترجمان ماہنامہ الحق کے دفتر کو جامعہ حقانیہ اور ادارہ الحق کے دیرینہ اور مخلص رفیق اور ماہنامہ الحق کے لکھاری (ر) کرنل محمد اعظم تشریف لائے ہم نے اس موقع کو غنیمت جان کر ان سے انکے ذاتی حالات اور ادبی خدمات کے حوالے سے مختصر انٹرویو کیا۔ بہت ضعیف العمری کی وجہ سے سماعت کمزور ہے اور زیادہ گفتگو بھی نہیں کرسکتے تاہم پھر بھی قارئین الحق کے دلچسپی لئے ان سے گفتگو کی گئی جو نذر قارئین ہے (ادارہ)

ذاتی حالات وواقعات:

ذاتی حالات دریافت کرنے پر فرمایا کہ میرا نام محمد اعظم ولد عبدالقیوم ہے۔ میں مڈل اپنے آبائی گاؤں (اکوڑہ خٹک) سے ۱۹۴۳ء میں پاس کیا اور پھر ۱۹۴۵ء میں میٹرک پاس کیا۔

علم وادب سے وابستگی:

علم وادب سے وابستگی کا پس منظر بیان کرتے ہوئے کہا کہ میں چوتھی جماعت میں تھا کہ وہا ں ایک استاد صاحب جس کا نام جناب شیر بہادر صاحب تھا وہ یہاں جامعہ دارالعلوم حقانیہ میں بھی

رہے ہیں ۔انہوں نے علامہ اقبال سے تعارف کرایا بعد میں انہوں نے علامہ اقبال کی موت کی خبر سنایا پھر علامہ اقبال کی شاعری سے محبت پیدا ہوئی اور انکی شاعری نے بہت متاثر کیا اور نثر میں کرشن چندر کے افسانوں نے متاثر کیا۔جبکہ ادبی تحریکات میں ترقی پسند تحریک سے وابستہ ہوں۔

کن علمی شخصیات نے متاثر کیا:

کرنل اعظم صاحب نے اپنے آپ کو ترقی پسند (۱) بتایا اور کہا کہ جس شخصیات کی تحریروں سے متاثر ہوا ہوں ان میں احمد ندیم ،زاویہ کے مصنف اشفاق احمد یہ مجھے بڑے اچھے لگتے ہیں اور ابوالکلام آزاد اور مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کو پڑھا۔تفہیم القران میں ہمیشہ پڑھتا رہتا ہوں ،اب بھی گھر میں پڑی ہے۔

افسانوں میں کرشن چندر کے افسانے پڑھے ان کے افسانوں میں اسلام کی طرف رغبت کی اشارات ملتے ہیں ،بعد میں معلوم ہوا کہ وہ مسلمان ہو گئے ہیں اور ان کی شادی رشید احمد صدیقی کی بیٹی سے ہوئی تھی ۔کرشن چندر کے بارے میں تین چار ماہ ہوئے مردان گورنمنٹ کالج کے پروفیسر اویس قرنی نے ایک کتاب ''کرشن چندر کی ذہنی تشکیل'' لکھی ہے بڑی اچھی کتاب ہے۔اسی طرح ایک اور کتاب آئی ہے۔''یہ خاموشی کب تک'' شاہد عزیز کی لکھی ہوئی ہے یہ بھی اچھی کتاب ہے۔

پسندیدہ رسائل:

قدیم و جدید پسندیدہ رسائل کے بارے میں فرمایا کہ طفیل احمد کا ''نقوش'' اور ''سویرا'' ادبی دنیا اور ساقی بہت معیاری اچھے اور میرے پسندیدہ رسالے تھے ۔اور دینی رسالوں میں الحق میرے پاس باقاعدہ آتا ہے اور اس کے لئے میں لکھتا رہتا ہوں خصوصاً جناب مولانا راشد الحق صاحب کا نقش اول (اداریہ) تو پڑھتا ہوں الحق کے سب لکھاری بہت اچھے لکھتے ہیں ۔

جدید کلچر اور اسلام:

سوشل ازم تو ناکام ہوا اور آخری اسٹیج پر روس میں فیل ہوگیا اور مغرب کی ماڈرن ازم جو کلچر پیش کر رہا ہے وہ سراسر غلط ہے ،صرف اسلام نہیں بلکہ فطرت کے بھی خلاف ہے ،ہمارے لئے کوئی مغربی بے دین شخصیت نہیں بلکہ حضرت عمر فاروقؓ جیسے شخصیات رول ماڈل ہیں۔اسلام کے حوالے سے حضرت

---

(۱) کرنل صاحب کا رجحان گو کہ جوانی میں ترقی پسند ادب کی شہرت کے باعث اسی جانب تھا لیکن بعد میں آہستہ آہستہ اسلامی ادب اور خصوصاً صحابہ کرامؓ کے حالات اور اسلامی تاریخ کے ساتھ ہوگیا تھا۔

عمر فاروقؓ رول ماڈل ہے اور اس حوالے سے علامہ شبلی کی کتاب الفاروق نے بہت متاثر کیا۔

پسندیدہ کتابیں:

کرشن چندر کی تمام کتابوں کو پڑھا اور اسکے افسانے بہت پسند آئے اور ان کے افسانوں میں اکثر جگہوں پر ایسے اشارے ملتے ہیں کہ وہ اسلام کی طرف رغبت رکھتے تھے۔

قارئین الحق کو آخری پیغام:

اب آخر میں ادارہ الحق اور قارئین الحق کو پیغام دیتے ہوئے کہا کہ الحق مذہب کے حوالے سے بڑی خدمت کر رہا ہے اور لوگوں کو صحیح راستہ دکھا رہا ہے، یہ میرا پیغام ہے کھلے ذہن سے مذہب کو سمجھنے کی کوشش کریں الحق کی ٹیم کو مشورہ دیتے ہوئے فرمایا کہ اس میں غیر مسلم مفکرین کے بھی ایک آدھ مضمون ترجمہ کے شائع کریں تاکہ تصویر کا دوسرا رخ بھی سامنے آسکے۔اسمیں غیر مسلم مفکرین کے مضامین کو اردو میں ترجمہ کر کے شائع کرے تاکہ دوسرا پہلو بھی واضح طور پر قارئین الحق کے سامنے آسکے۔

☆ ☆ ☆

مولانا ابوالمعزؒ حقانی

مفکر، دانائے راز اور خیر خواہ امت مولانا افتخار صدیقیؒ کی رحلت

آہ ایک عظیم مفکر ملت ، مدبر ، خیر خواہ انسانیت ،غم خوار ملت ، داعی خلافت اسلامیہ ، دارالعلوم فاروق اعظم ہری پور اور کراچی کے بانی و مہتمم ، دارالعلوم حقانیہ کے مجلس شوریٰ کے رکن اور اس کے بانی رکن الحاج محمد یوسفؒ کے پوتے حضرت مولانا افتخار صدیقی بدھ اور جمعرات کی درمیانی شب ۵ جون ۲۰۱۴ء بمطابق ۷ شعبان ۱۴۳۵ھ تقریباً اڑھائی بجے رات اچانک دل کا دورہ پڑنے سے ساٹھ برس کی عمر میں انتقال کر گئے''انا للہ وانا الیہ راجعون''اللھم اغفرہ وارحمہ واجعل الجنۃ مثواہ

صلحاء کا ذکر رحمت کے نزول کا سبب:

حضرت پالنپوریؒ بکھرے موتی میں لکھتے ہیں کہ سیدنا سفیان بن عینیہؒ کا قول ہے کہ عند ذکر الصالحین تنزل الرحمہ صلحا اور نیک لوگوں کے ذکر کے وقت رحمت برستی ہے' اسی طرح حضرت امام ابوحنیفہؒ کا قول ہے کہ علماء کے قصے اور محاسن مجھے فقہ سے زیادہ محبوب ہیں۔ اس لئے کہ وہ اخلاق اور ادب سکھاتے ہیں۔انہی اقوال کو مدنظر رکھ کر ہم آج صدیقی صاحب مرحوم کے اوصاف و محاسن پیش کرر ہے ہیں۔

اوصاف ومحاسن:

آپ کی وفات سے علمی ،فکری اور عملی میدان میں بہت بڑا خلاء پیدا ہوا ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کو امت کے جس درد وغم سے نواز رکھا تھا وہ آج کل عنقا و ناپید نہیں تو قلیل ضرور ہے انہیں ملک وملت کے اجتماعی سوچ کے علمبردار کے طور پر پہچانا جاتا امت مسلمہ کی کشتی آج جس انارکی ، انتشار اور فساد کا شکار ہو کر بے رحم موجوں کی نظر ہو رہی ہے اور یہودیت وصہونیت کے گرداب میں پھنس کر رہ گئی ہے ان طوفانوں سے نکالنے کا غم انہیں ہر وقت بے قرار اور بے چین رکھتا تھا اس سلسلے میں آپ نے ملک کے طول وعرض کے دور دراز اسفار طے کر کے عوام وخواص کو جگانے کی بھر پور کوششیں ساری عمر جاری رکھیں۔حق گوئی و بے باکی آپ کا خاص اوصاف تھا بڑے بڑے حکمرانوں اور عہدے

* استاد جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

داروں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر آپ حق کا اظہار کرنے سے نہ جھجکتے اور جو کچھ حق سمجھتے لایخافون لو مۃ لائم کے مصداق بن کر کہہ ڈالتے ۔غریب لاچار اور مفلوک الحال لوگوں کو ضروریات زندگی فراہم کرنا آپ کا مشغلہ تھا یہی وجہ تھی آپ کے گھر پر ہر وقت غریبوں کا تانتا بندھا رہتا۔کسی مجلس یا تقریب میں چاہے وہ غمی کا ہو یا خوشی کا جاتے تو کمزور اور غریب لوگوں کو خصوصی توجہ سے نوازتے ۔حکمرانوں ،امراء اور اشرافیہ طبقے نے ملک وقوم کی جو دولت لوٹ کر بیرون ممالک کے بینکوں میں چھپا رکھی ہے اس کی واپسی اور ملکی فلاح و بہبود میں لگانے کے حوالے سے پلاننگ بنانا آپ کا ہر دل عزیز کام رہا۔ عالمی سطح پر مسلمانوں کے ازلی دشمن یہودیت کے منصوبوں کا توڑ پیش کرنے میں آپ ہمہ اوقات صرف کرنے کو عین عبادت سمجھتے تھے ۔آج میں حیران ہوں ان کی کون کون سی صفت کو بیان کروں ۔اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کی محبت عشق کے درجے تک آپ میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی خشیت الٰہی آپ پر طاری رہتی تھی اللہ تعالیٰ کا نام لیتے یا نماز کا تکبیر تحریمہ پڑھتے تو یک دم آپ کی حالت خوف وعظمت الٰہی سے اس حد تک متغیر ہو جاتی کہ زبان لڑکھڑا جاتی چہرہ کا رنگ بدل جاتا ۔اسلامی ممالک کے ون بلاک اور نو آزاد وسطی ریاستوں سے سعودی تک طویل بری تجارتی سلسلے کے اجراء جیسے منصوبوں کی اہمیت کو اجاگر کرنے کے لئے ان ممالک کے سفراء اور عام لوگوں کے سامنے دلائل کے ساتھ بیان کرتے تھے۔

پاکستان کو مغربی سرحد کی طرف سے محفوظ کرنے کے منصوبے کو آپ اپنے افکار میں اوّلیت دیتے اور فرماتے کہ مغرب کی طرف افغانستان میں اگر اسلامی ریاست قائم ہو تو تب ہی پاکستان محفوظ ہوگا اس فکر اور اس کی اہمیت کو پورے دلائل اور شرح وبسط سے ثابت بھی کرتے غلبہ اسلام کے سلسلے میں اپنے افکار ونظریات سے آگاہی دلانے کیلئے آپ نے خیبر سے لے کر کراچی تک اور افغانستان ،سعودی عرب تک بڑے بڑے علماء ، سیاستدانوں ، جہادی لیڈروں ، سیاسی جماعتوں کے قائدین ، اور اعلیٰ حکومتی عہدیداروں سے ملاقاتیں کیں جن لوگوں سے آپ ملے ان میں ملا محمد عمر مجاہد، ملا ربانی ،مولانا عبدالحفیظ مکی ، ڈاکٹر سعید عنایت اللہ ،مولانا مفتی رشید احمدؒ ،مولانا مفتی عبدالرحیم ،مولانا تقی عثمانی ،مفتی رفیع عثمانی ،مولانا سمیع الحق ،مولانا فضل الرحمٰن ، قاضی حسین احمد ،مولانا عبدالرحمٰن اشرفی ، حافظ سعید، مولانا مسعود اظہر، مولانا اجمل قادری ، ڈاکٹر اسرار احمدؒ، پروفیسر طاہر القادری ، ڈاکٹر میر معظم علی علویؒ ،چوہدری رحمت علی ،مولانا عبداللہ شہید ، لال مسجد ، شیخ رشید احمد ، جنرل ظہیر الاسلام عباسیؒ ، بریگیڈیئر مستنصر باللہ ، جنرل حمید گل ، جنرل اسلم بیگ ،مولانا شیر علی شاہ ،مولانا حسن جانؒ ، جناب اجمل خٹک

اورمحمود خان اچکزئی،مولانا صوفی محمد، آزاد کشمیر کے صدر سردار عبدالقیوم خان اور تبلیغی جماعت کے سرکردہ رہنما مولانا احمد لاٹ صاحب وغیرہ شامل ہیں۔

تعلیم اور درس و تدریس کے میدان میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو ید طولیٰ سے نوازا تھا۔صرف ونحو اصول فقہ وغیرہ میں آپ کا شہرہ دور دراز تک رہا اپنی آخری عمر میں امت کی خیر خواہی کے سلسلے میں درسی میدان سے کٹ کر رہ گئے اور فرماتے کہ الحمد للہ اس میدان میں بھرپور خدمت انجام دی جارہی ہے۔

تدبیری اور فکری میدانوں میں کام کرنے کی اشد ضرورت:

اس وقت فکری تدبیری اور تربیتی میدان میں کام کرنے کی اشد ضرورت ہے آپؒ سادگی اور تواضع کا نہایت دلکش مجسمہ تھے بایں ہمہ طبیعت میں اس قدر باغ و بہار تھی کہ ان کے پاس بیٹھنے والا باغ و بہار ہو جاتا سچ یہ ہے کہ ان کو دیکھ کر قلب کو تازگی اور روح کو بالیدگی نصیب ہوتی تھی ان کے متعلق بجا کہا جا سکتا ہے......

بہت لگتا تھا جی صحبت میں ان کی وہ اپنی ذات میں ایک انجمن تھے

آپ نفاست و پاکیزگی کے حد درجہ دلدادہ تھے ساری عمر سفید اجلا لباس زیب تن کرتے تھے غیرت و حمیت آپ کے اندر کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔

مشتبہ اشیاء سے پرہیز:

حرام وحلال کے سلسلے میں آپ انتہائی حزم واحتیاط سے کام لیتے فارمی مرغوں کو کھانے میں استعمال نہ کرتے اگر کسی جگہ اس کے سوا کچھ نہ ملتا تو نمک کے ساتھ کھانا تناول کر لیتے اگر کچھ بھی نہ ہوتا تو صرف روٹی کھا کر گزارہ کرتے اور فرماتے بیرون ممالک سے مرغیوں کی جو خوراک آتی ہے اس میں حرام اشیاء جیسے خنزیر کا گوشت استعمال ہوتا ہے۔اسی طرح ملٹی نیشنل کمپنیوں کا صابن بھی آپ بطور خاص استعمال نہ کرتے کہ اس میں بھی خنزیر کی روغنیات کے استعمال کرنے کا رواج ہے۔پیپسی اور ملٹی نیشنل کمپنیوں کے مشروبات کو ہونٹوں سے لگانا بھی گوارہ نہ کرتے۔

شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کی حد درجہ شفقت:

صدیقی صاحب،حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کے شاگرد اور پروردہ تھے،آپ ان کے اخلاق عالیہ کے حد درجہ معترف تھے۔اور کہتے کہ اللہ تعالیٰ نے مولانا عبدالحقؒ کو تواضع اور عجز و انکساری کا نشان بنایا تھا اور یہی ان کی کامیابی اور ترقیوں کا زینہ تھا۔فرمایا کہ جب میں نے پہلی مرتبہ حج پر جارہا تھا تو رخصت لیتے وقت ان کی ملاقات کے لئے ان کی قیام گاہ پر گیا تو آپ آرام فرما تھے جس کی وجہ

سے ملاقات نہ ہوسکی بعد میں جب اکوڑہ خٹک کے ریلوے اسٹیشن پہنچے تو کچھ ہی دیر بعد شیخ الحدیثؒ باوجود نقاہت و کمزوری کے اسٹیشن پر پہنچے اور شفقت کے ساتھ صدیقی صاحب کو کہا کہ بغیر ملے آ گئے۔ یہ ان کی اخلاقی عظمت تھی کہ ایک طالب علم کا اس قدر لحاظ اور خیال رکھا۔

مولانا سمیع الحق سے آخری خصوصی نشست:

۲۲ مئی ۲۰۱۴ء کو آپ دارالعلوم حقانیہ کی نئی مسجد کے سنگ بنیاد اور دستار بندی کی تقریب میں شرکت کیلئے آئے تھے۔ اس سے قبل دارالعلوم کے مجلس شوریٰ کے اجلاس کے موقع پر انہوں نے مولانا سمیع الحق سے امت مسلمہ کی موجودہ صورتحال اور طالبان مذاکرات کے حوالے سے خصوصی نشست کی۔ جس میں انہوں نے فرمایا کہ ہمارے مدارس میں اس وقت نظریہ پڑھانے کی اشد ضرورت ہے۔ اور یہ نظریہ یہودیت کے منصوبوں کو ناکام بنانا ہے اور اُنکے شاطرانہ داؤ پیچ کو سمجھنا و سمجھانا ہے۔ یہودیت کے تھنک ٹینکس جو اسرائیل میں نہیں بلکہ اٹلی میں بیٹھے ہیں، انکے اعلیٰ دماغ کو فیل کرنا ہے۔ جنہوں نے اس وقت پوری دنیا کو بالعموم اور مسلمانوں کو بالخصوص اپنے شکنجے میں کس لیا ہے۔ فرمایا کہ ہم معبود اور عبادت کرنے کے لحاظ سے تو اللہ کے نائب ہیں لیکن افسوس کے حاکم ہونے کے ناطے سے اللہ کی نیابت کا حق ادا نہیں کر رہے ہیں۔ جس کا تقاضہ فاحکم بما انزل اللہ ہے۔

تحریک طالبان پاکستان کے مذاکرات کے بارے میں کہا کہ طالبان کو چاہیے کہ حکومت سے صرف یہی ایک مطالبہ منوائے کہ ملک سے سودی نظام جو اللہ تعالیٰ سے حالت جنگ ہے، کا فی الفور خاتمہ کیا جائے اور ٹی ٹی پی کو چاہیے کہ افغانستان میں جا کر اپنی کاروائیاں امریکہ کے خلاف تیز کر دے تاکہ وہ گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہو جائے۔ ورنہ تو اس طرح طالبان کی طاقت تقسیم ہوگی۔ اور دشمن کو فائدہ ہوگا۔

اپنی روٹی محتاج کیلئے آدھی کرنا ایمان کی علامت:

آپ ہمیشہ لوگوں میں دوسرے مسلمان بھائیوں کی مدد اور اعانت کرنے کے جذبے کو پروان چڑھاتے خود بھی اس پر ساری زندگی عمل پیرا رہے۔ فرماتے کہ انسان اور مسلمان وہ ہے جو جنگل اور بیابان میں بیٹھا ہو اور اس کے پاس کھانے کی صرف ایک روٹی ہو اور اس وقت اچانک ایک بھوکا آ جائے تو اس کی پیشانی پر (دوسرے کے آنے کی وجہ سے) ناگواری کے آثار پیدا نہ ہوں بلکہ وہ اسی روٹی کو اٹھا کر دو ٹکڑے کر دے اور دوسرے کے سامنے رکھ دے۔

نیم نانے گر خورد مرد خدائے   بذل درویشاں کند نیمے دیگر

٭٭٭

انفاق پہاڑی پر چڑھنا ہے:

قرآن مجید میں بھی مسلمانوں کو انفاق کی تلقین دی گئی کہ فلا قتحم العقبہ......سو کیا اس سے نہ ہوسکا کہ پہاڑ پر چڑھے یعنی اللہ کو پانے کے لئے یہ پہاڑ پر چڑھتا اور یہ پہاڑ پر چڑھنا جو دشوار ہوتا ہے کیا ہے؟ یہ کسی کو غلامی سے آزاد کرنا یا قرضوں کے دلدل میں پھنسے ہوئے انسان کے قرض کی ادائیگی میں اس کی معاونت کرنا ہے یا بھوکے کو کھانا کھلانا ہے۔ یا کسی رشتے دار یتیم کو اور مٹی میں رُلے ہوئے مسکین محتاج کو کھانا کھلا دینا ہے۔ قرآن کی اس سورۃ البلد میں مال و دولت کو فقراء پر صرف کرنا پہاڑی پر چڑھنے کے مترادف قرار دیا ہے۔ اور یہی اعمال خیر مومن کی نجات اور سعادت کا ذریعہ ہیں۔ حدیث میں آتا ہے کہ الدین النصیحہ مبتدا اور خبر دونوں معرفہ ہیں تو یہ تخصیص کا فائدہ دے رہا ہے۔ کہ دین سارا کا سارا ہمدردی وخیر خواہی ہے۔ اور خیر خواہی ہی اس دین کا خاصہ ہے۔ آپ کے مختصر سوانحی احوال جو احقر نے ان سے قلمبند کئے تھے یہ ہیں۔

سلسلہ نسب اور خاندانی پس منظر:

مولانا افتخار صدیقی ولد شیخ بابا عبدالحیؒ ولد مولانا عبداللہ جی ولد مولانا عبدالقادرؒ ولد محمد قاسم ولد محمد اعظم ولد محمد ہاشم۔ آپ کے پردادا مولانا عبدالقادر نے تقسیم ہند سے قبل اکوڑہ خٹک میں ایک مدرسہ اپنے دادا کے نام سے منسوب مدرسہ اعظمیہ سفید مسجد میں قائم کیا تھا جہاں جدی المکرّم مولانا عبدالحقؒ نے بھی ان سے ابتدائی کتب میں کسب فیض کیا۔ آپ کا خاندان صدیقی ہے جو کہ اصلاً محمد ابن ابی بکر کی اولاد سے ہیں یہ خاندان عرب سے نکل کر بلخ و بخارا کے راستے افغانستان اور پھر متحدہ ہندوستان آئے یہاں اکوڑہ خٹک میں آپ کے آباؤ اجداد چار سو برس قبل آباد ہوئے آپ کے خاندان کے سربراہ جو یہاں مقیم ہوئے اس کا نام خان عبداللہ خان تھا اس کے دوسرے بھائی جناب عبدالرحمٰن صدیقی کی اولاد میں مولانا موصوف ہیں آپ کے دادا مولانا عبداللہ جی جامعہ امینیہ دہلی کے فارغ التحصیل تھے فراغت کے بعد متحدہ ہندوستان درس وتدریس کا سلسلہ بھی کافی عرصہ تک جاری رکھا۔

پیدائش اور تعلیم:

۱۹۵۴ء کو پیدا ہوئے عصری تعلیم آپ نے تعلیم القرآن سکول میں مڈل تک حاصل کی جہاں آپ کے اساتذہ میں مولوی غلام محمد، اور مولانا بدیع الزمان شامل تھے دینی تعلیم کی ابتداء دارالعلوم حقانیہ میں اپنے دادا مرحوم الحاج محمد یوسف کی سرپرستی میں شروع کی یاد رہے کہ آپ کے دادا دارالعلوم حقانیہ کے تاسیسی رکن اور انتظامی امور کے کرتا دھرتا تھے اس کے بعد آپ نے یار حسین صوابی میں مولانا

عبدل وحید صاحب کے ساتھ معانی وغیرہ کی کتابیں پڑھیں۔صرف ونحو کے دورے کے لئے سخا کوٹ کا سفر اختیار کیا جہاں معروف نحوی عالم سرکئی بابا سے استفادہ کیا۔ درجہ موقوف علیہ تک کی کتب دارالعلوم حقانیہ میں مکمل کرنے کے بعد دورحدیث کے لئے کراچی کے مدرسہ دارالعلوم عربیہ نیوٹاؤن پہنچے جہاں چودہ سو ہجری بمطابق ۱۹۸۰ء میں فراغت پائی آپ کے مشاہیر اساتذہ میں شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ ، شیخ الحدیث مولانا عبداللہ درخواستیؒ ،مولانا مفتی ولی حسنؒ ،مولانا عبدالغنی دیرویؒ ، مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ ،مولانا سمیع الحق ، سرکئی بابا صاحب ،مولانا ادریس صاحب ، الحاج مولانا اظہار الحق صاحب اور مولانا بدیع الزمان شامل ہیں۔

بیعت وارشاد:

آپ نے ۱۹۷۱ء میں حضرت شیخ الحدیث مولانا مفتی فرید صاحب کے دستِ اقدس پر بیعت کی حضرت خواجہ عبدالمالک صدیقیؒ نے ان کی طالب علمی کے زمانہ میں دارالعلوم حقانیہ آنے پر اکابر اساتذہ کی مجلس میں آپ کو خصوصی توجہات سے نوازا۔معروف روحانی بزرگ اور عظیم ادیب و شاعر حضرت مولانا غلام النصیر المعروف بہ چلاسی بابا نے بھی آپ کو خلافت سے نوازا۔

درس وتدریس اور مدارس کا قیام:

فراغت کے بعد آپ نے کراچی نارتھ ناظم آباد بلاک ایچ میں مسجد بیت المعمور پہاڑ جنگ میں ایک مدرسہ فاروق اعظم کے نام سے قائم کیا جس کی بنیاد مولانا عبداللہ درخواستیؒ اور مولانا مفتی احمد الرحمٰن نے رکھی آپ کے ساتھ حکیم جمال الدین بھی اس کام میں شریک تھے۔تقریباً دو سال تک وہاں یہ مدرسہ چلایا پھر وہاں سے عازم ہری پور ہوئے وہ مدرسہ آج بھی دینی تعلیم وتربیت کا بہترین مرکز ہے شیرانوالہ گیٹ ہری پور میں مولانا عبدالرزاق کے مدرسہ میں اور جماعت اسلامی کے مرکز منصورہ میں ایک عرصہ تک تدریس کرتے رہے......۱۹۸۴ء میں ہری پور افغان مہاجرین کیمپ نمبر ۱۹ میں آپ نے ایک مدرسہ فاروق اعظم کے نام سے قائم کیا جس میں چارسو طلباء دس اساتذہ کی نگرانی میں تعلیم پاتے تھے اس مدرسے میں افغانستان کے بہت سارے ان طلباء نے تعلیم کی تکمیل کی جو روسی یلغار کی وجہ سے وہاں تعلیم ادھوری چھوڑ کر ہجرت کرنے پر مجبور ہوئے تھے۔مولانا محمد گل حقانی جو وفاق المدارس میں پہلی پوزیشن پانے والے حقانیہ کے فارغ التحصیل تھے وہ بھی اسی مدرسے میں مدرس تھے۔۱۹۸۶ء میں بمقام سورج گلی خان پور روڈ ہری پور میں ایک مدرسہ قائم کیا جس کا قطعہ اراضی اور بلڈنگ وغیرہ آپ نے اپنی جیب سے لیکر وقف کیا۔

اسفار: ۱۹۷۴ء میں شباب کے ابتداء ہی میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو حرمین کی زیارت اور حج بیت اللہ کی ادائیگی سے بہرہ ور فرمایا بحری راستے سے آپ سفینۃ الحجاج میں گئے اس سفر میں بقیۃ السلف شیخ الحدیث مولانا حمد اللہ جان ڈاگئی بھی آپ کے ساتھ تھے۔۱۹۹۳ء اور ۲۰۱۲ء میں یہ مبارک اسفار عمرہ اور حج بدل کے سلسلے میں کئے طالبان دورہ حکومت میں افغانستان کا دورہ بھی کیا تھا۔

اولاد:

آپکے تین بیٹے اور تین بیٹیاں ہیں لڑکوں کے نام سلیمان صدیقی، وقاص صدیقی اور عمیر صدیقی ہے، آپکی تینوں صاحبزادیاں درس نظامی کی عالمات ہیں۔موت سے ایک ہفتہ قبل احقر کو ساتھ لیکر اسلام آباد میں وفاقی سیکرٹری لاء، کیبنٹ ڈویژن کے ڈائریکٹر، وفاقی شرعی عدالت کے چیف جسٹس، وفاقی محتسب اور سیکرٹری وغیرہ سے ملاقاتیں کر کے انہیں امت کے حوالے سے اپنے افکار سے آگاہ کیا۔

آخری اعمال:

وفات کی رات آپ کے فرزند عمیر صدیقی کا بیان ہے کہ آپ نے امامت سے عشاء کی نماز پڑھوائی جس میں سورۃ الضحیٰ نہایت خوش الحانی سے تلاوت کی نماز کے بعد سورۃ الضحیٰ کی تعلیمات کا خلاصہ اور قعدہ میں پڑھے جانے والے اسباق کا ترجمہ وتفسیر سنایا یتیموں کے ساتھ اچھا برتاؤ اور ان کے حقوق کی پاسداری کی تلقین فرمائی بعد میں اپنے بڑے فرزند سلیمان صدیقی جو کہ گلگت کے سفر پر تھے کو فون ملا کر وہاں غرباء اور مساکین کے ساتھ تعاون کرنے کا بطور خاص نصیحت فرمائی قارئین یہ سب امور خیر آپ کے آخری اعمال تھے انتقال کے بعد آپ کا پہلا جنازہ ہری پور شہر میں سہ پہر دو بجے احقر عرفان الحق کی امامت میں ادا کیا گیا ہری پور شہر میں آپ کے خاندان کا گزشتہ چالیس برس سے تجارتی سلسلے میں قیام ہے جنازہ میں شہر کے کثیر تعدا میں شرکت کی دوسرا نماز جنازہ آپ کے آبائی شہر اکوڑہ خٹک میں مولانا حامد الحق حقانی کی امامت میں بعد العصر ساڑھے چھ بجے پڑھا گیا جس میں گردونواح کے ہزاروں لوگوں نے شرکت کی تدفین آپ کے آبائی قبرستان میں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کے معروف شاگرد مولانا محمد عبدالنور المعروف سحری مولوی صاحب کے جوار میں کی گئی۔

تالیفات:

آپ کی تالیفات میں ووٹ کی شرعی حیثیت، حکمرانوں اور علماء کے کرنے کے کام، سود اللہ اور رسول کے خلاف اعلان جنگ، پاکستان کے مغربی سرحد کی اہمیت، دین کا حاصل خیرخواہی وغیرہ شامل ہیں۔

مولانا حامد الحق حقانی

دارالعلوم کے شب و روز

حضرت مولانا مدظلہ کی مصروفیات:

گزشتہ دنوں حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ نے لاہور میں پاکستان کے ممتاز قانون دان، سابق اٹارنی جنرل پاکستان سینیٹر جناب ایس ایم ظفر صاحب سے اِن کے چیمبر میں ملاقات کی۔اس موقع پر جناب قیوم نظامی صاحب اور لاہور کے معروف دانشور صحافی حضرات بھی جمع تھے۔ ان حضرات نے حضرت مولانا مدظلہ سے ملک کے موجودہ حالات طالبان سے مذاکرات اور دیگر اہم امور پر سیر حاصل گفتگو کی اور سوالات و جوابات کی طویل نشست کی۔

حضرت مہتمم صاحب کی جامع مسجد شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کے انجینئرز کے ساتھ میٹنگ:

۸رجولائی ۲۰۱۴ء کو حضرت مہتمم صاحب نے جامع مسجد شیخ الحدیثؒ کے انجینئرز حضرات کے ساتھ دارالعلوم حقانیہ میں ایک تفصیلی میٹنگ کی۔جس میں حضرت مہتمم صاحب کو پروجیکٹر کے ذریعے مسجد کے نقشہ جات پر تفصیلی بریفنگ دی گئی ،میٹنگ میں موجود افراد میں نائب مہتمم حضرت مولانا انوار الحق صاحب ،جامعہ عثمانیہ کے مہتمم حضرت مولانا مفتی غلام الرحمٰن صاحب (جوکہ اس سلسلے میں خصوصی دلچسپی کا مظاہرہ کررہے ہیں اور خصوصاً ماہرین تعمیرات اور دیگر فنی معاونت بھی فراہم کررہے ہیں)، جامعہ ابوہریرہ کے مہتمم مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب بھی بڑے خلوص کے ساتھ مسجد کی تعمیر کیلئے فکر مند ہیں۔ ان کے علاوہ ناظم دارالعلوم جناب الحاج اظہار الحق اور جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے اساتذہ مولانا حامد الحق حقانی، مدیر الحق مولانا راشد الحق حقانی وغیرہ نے شرکت کی۔

تعلیمی کمیٹی کی میٹنگ:

دارالعلوم کی تعلیمی کمیٹی کا خصوصی اجلاس زیر صدارت حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ منعقد ہوا۔ اجلاس میں دارالعلوم کے تعلیمی اور امتحانات کے نتائج و دیگر اہم مسائل زیر بحث آئے۔ شرکائے اجلاس نے نئی تجاویز اور مفید آراء اجلاس میں پیش کیں۔جس کا اطلاق ان شاء اللہ نئے تعلیمی سال ۱۴۳۵ھ میں کیا جائے گا۔

وفیات

دارالعلوم کے مخلصین ومعاونین کی جدائی: جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے مجلس شوریٰ کے ممتاز رکن جناب الحاج ظرافت سیرؒ اس دار فانی سے دار بقاء کی طرف تشریف لا گئے۔مرحوم جلوزئی کے مشہور حکیم جناب عبدالحمید صاحب کے برخوردار تھے۔حکیم صاحبؒ کے حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ سے خصوصی عقیدت وتعلق کا رشتہ رہا۔حکیم صاحب کی دنیا سے رحلت کے بعد ان کے تمام برخوردارن خصوصاً الحاج ظرافت سیر و جناب الحاج غیاث الامام صاحب وتمام خاندان نے اس دینی وایمانی رشتہ کو قائم دائم رکھے' مزید مستحکم کردیا' دارالعلوم کے بعض فلاحی کاموں میں جناب الحاج ظرافت سیر کا بڑھا حصہ ہے۔بحمدللہ ان کی اولاد بھی دیندار اور والد کے نقش قدم پر چل رہی ہے۔دارالعلوم حقانیہ کے اساتذہ شیخ الحدیث انوارالحق صاحب کی قیادت میں تعزیت میں شرکت کرکے جناب حاجی صاحب مرحوم کی خواہش کے مطابق انکا جنازہ بھی حیات آباد میں انہوں نے پڑھایا۔

مولانا افتخار صدیقیؒ کی رحلت : دارالعلوم حقانیہ کی مجلس شوریٰ کے ممبر اور بانی رکن الحاج محمد یوسفؒ کے پوتے مولانا افتخار صدیقی گزشتہ دنوں وفات پاگئے۔آپ دارالعلوم کے فارغ التحصیل تھے،کئی کمالات اور اوصاف حمیدہ کے مالک تھے۔عمر بھر دارالعلوم حقانیہ اور حضرت مولانا عبدالحقؒ اوران کے خاندان کے ساتھ گہرے رشتہ اخوت ومحبت میں بندھے رہے۔مسلمانوں اور امت مرحومہ کے غم میں ہمہ وقت گھلتے رہتے۔دارالعلوم کے مہتممین واساتذہ کرام نے نماز جنازہ میں شرکت کی۔

● اوورسیز فاؤنڈیشن کے ڈائریکٹر جنرل اور سابق ڈی جی امیگریشن جناب مہر بادشاہ صاحب ۴جولائی ۲۰۱۴ء کو اس فانی دنیا سے کوچ کرگئے۔مرحوم الحاج عزیزالرحمٰن مرحوم کے بہنوئی تھے۔علمی وروحانی خاندان سے تعلق رکھتے' شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کے ساتھ ان کی بے پناہ محبت تھی۔بحمدللہ ان کے دونوں برخورداران میں اپنے مشفق ودیندار باپ کی علامات موجود ہیں۔دارلعلوم حقانیہ کے مہتمم حضرت مولانا سمیع الحق صاحب وحضرت مولانا انوارالحق صاحب نے ان کے ہاں جاکر ان کے بچوں سے تعزیت کی۔● جناب میاں محمد شریف شاہ صاحب دارالعلوم حقانیہ کے مجلس شوری کے رکن تھے۔گزشتہ دنوں انکا انتقال ہوگیا۔● حاجی محمد شاہ مردانزائی صاحب گزشتہ دنوں انتقال کرگئے،مرحوم عمر بھر جمعیت علماء اسلام کے ساتھ وابستہ رہے اور اور صوبہ بلوچستان میں جمعیت علماء اسلام کے ٹکٹ پر تین دفعہ ایم پی اے بنے۔● جمعیت علماء اسلام کے مرکزی رہنما حافظ احمد علی صاحب کی اہلیہ گزشتہ دنوں انتقال کرگئیں اللہ تعالیٰ مرحومہ کو جنت الفردوس میں جگہ نصیب فرماوے اورپسماندگان کو صبر وجمیل نصیب فرمائے۔ادارہ ان تمام حضرات کے رفع درجات کیلئے دعا گو ہے۔

دارالعلوم کے نئے تعلیمی سال ۳۶۔۱۴۳۵ھ ۱۵۔۲۰۱۴ء کے داخلوں کا شیڈول

درس نظامی

درجات	ایام	تاریخ
تمام درجات کے قدیم طلباء (اعدادیہ تا دورہ حدیث)	جمعرات	۱۰رشوال ۲۰۱۴............۷راگست ۲۰۱۴
جدید دورہ حدیث شریف	ہفتہ	۱۲رشوال ۹راگست ۲۰۱۴
جدید دورہ حدیث شریف	اتوار	۱۳رشوال ۱۰راگست ۲۰۱۴
اعدادیہ، متوسطہ، اولیٰ، ثانیہ، دورہ حدیث شریف	پیر	۱۴رشوال ۱۱راگست ۲۰۱۴
ثالثہ، رابعہ، خامسہ، دورہ حدیث	منگل	۱۵رشوال ۱۲راگست ۲۰۱۴
تکمیل، سادسہ	بدھ	۱۶رشوال......۱۳راگست ۲۰۱۴ افتتاح
موقوف علیہ	جمعرات	۱۷رشوال ۱۴۳۵ھ......۱۴راگست ۲۰۱۴

شعبہ حفظ

درجہ حفظ میں داخلہ کے خواہشمند طلباء کی درخواستیں ۱۵ر رمضان سے ۱۶رشوال بمطابق ۱۰راگست تک دفتر اہتمام میں جمع کی جائیں گی۔ حفظ کے خواہشمند طلباء کا ٹیسٹ اور انٹرویو وغیرہ ۱۳۔۱۴رشوال بمطابق ۱۰۔۱۱ راگست بروز اتوار صبح 9:00 کو دارالعلوم حقانیہ میں ہوگا (امسال شعبہ حفظ کا داخلہ دارالعلوم حقانیہ کی تعلیمی کمیٹی اور دارالحفظ کے اساتذہ کی مشترکہ نگرانی میں ہوگا) صرف وہ امیدوار درخواست دیں جو قرآن ناظرہ سے پڑھ چکے ہوں۔ عمر ۱۳ سال سے متجاوز نہ ہو۔ دو پارے پہلے سے یاد کرنے والوں کو ترجیح دی جائے گی۔

درجہ تخصص فی الفقہ الاسلامی والافتاء

درجہ تخصص فی الفقہ الاسلامی والافتاء کیلئے داخلہ درخواست ۱۴ شوال بمطابق ۱۱راگست بروز پیر تک دفتر اہتمام میں جمع کرائی جائیں گی اور انٹری ٹیسٹ ۱۴شوال بمطابق ۱۱راگست بروز پیر صبح 9:00 بجے ہوگا۔

نوٹ: ۱ تخصص فی الفقہ الاسلامی والافتاء کا دورانیہ 2 سال ہوگا **نوٹ: ۲** امسال درجہ اعدادیہ سے لیکر بشمول درجہ سادسہ اسباق اردو میں بھی پڑھائے جائیں گے لہٰذا اردو زبان سمجھنے والے طلباء کرام داخلہ لے سکتے ہیں۔ درجہ متوسطہ میں وہ طلباء داخلہ لینگے جو کہ ساتویں جماعت پاس ہو **نوٹ: ۳** داخلہ کے خواہشمند طلباء کیلئے نادرا شناختی کارڈ کا ہونا لازمی ہے اور جو امیدواران نابالغ ہیں وہ اپنے والد صاحب کا نادرا شناختی کارڈ ضرور لائیں اور ساتھ تین عدد پاسپورٹ سائز رنگین تصاویر بھی ضروری ہیں۔

نوٹ: ۴ امسال دارالعلوم حقانیہ میں شعبہ تجوید کا الگ شعبہ ہوگا جسمیں وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے نصاب کے مطابق حفاظ کیلئے دو سالہ کورس اور علماء کرام کیلئے یک سالہ کورس پڑھایا جائے گا **نوٹ: ۵** ہر درجہ میں داخلہ کیلئے وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے تحتانی درجات کے اصلی سندات کا برائے معائنہ دکھانا لازمی ہے اور ساتھ ان ہی اسناد کے دو عدد فوٹو سٹیٹ بھی لانا ضروری ہے **نوٹ: ۶** تمام قدیم طلباء کرام کا داخلہ رجسٹریشن کارڈ پر ہوگا لہٰذا قدیم طلباء کرام اپنے ساتھ رجسٹریشن کارڈ ضرور لائیں

دارالعلوم حقانیہ کے نئے تعلیمی سال کا باضابطہ آغاز ان شاء اللہ

۱۶رشوال بمطابق ۱۳راگست بروز بدھ ہوگا

ادارہ

تعارف وتبصرہ کتب

● **اسلام کا نظامِ سیاست وحکومت**............مولانا عبدالباقی حقانی

مغرب نواز او رجدت پسند طبقے سے ہمیشہ ایک اعتراض وارد ہوتا ہے کہ اسلام کے پاس اپنا کوئی مکمل ٹھوس ،مثبت ،جامع اوردیرپا نظام موجودنہیں۔لیجئے جواب حاضر ہے۔مولانا عبدالباقی حقانی (مدرس اسلامی سیاسیات دارالعلوم حقانیہ) کی لاجواب کتاب اسلام کا نظام سیاست وحکومت اٹھایئے اور دنیا کو اسلام کے سیاسی اور ادارتی نظام کا مکمل نقشہ پیش کیجئے۔زیرتبصرہ کتاب دراصل مولانا عبدالباقی حقانی کی عربی تصنیف: السیاسة والإدارة في الإسلام، کا سلیس اور آسان اردو ترجمہ ہے۔دوضخیم جلدوں پر مشتمل اس کتاب میں اسلامی سیاست وحکومت کے تمام اہم اورضروری مسائل کوزیرِ بحث لایا گیاہے۔ پہلی جلد پانچ ابواب پر مشتمل ہے جن میں اسلامی خلافت وسیاست کا تعارف ،خلیفہ اورسربراہ حکومت کی تقرری ،ریاست وحکومت کے قواعدوضوابط،اسلامی ریاست کی داخلہ پالیسی،خلیفۂ وقت کا محاسبہ اورمعزولی وغیرہ جیسے نازک اورمعرکۃ الآراء موضوعات پر اظہارخیال کیا گیاہے۔

دوسری جلد کے اہم موضوعات میں ادارہ (Organization)،ادارے کوسنبھالنے والے حکام کی لازمی صفات ،اسلامی ادارے میں کام کرنے والے افراد کیلئے اہم اصولوں وآداب ،امیرِ وقت کے فرائض ،سیاستِ خارجہ کے اصول،منصب سے استعفاء کے آداب وغیرہ پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ ہر بحث کوقرآن وسنت،خلفاے راشدینؓ کے طریقہء کاراورفقہاے امت کے اقوال سے مدلل کردیا گیا۔اس کے ساتھ جدید مغربی جمہوریت اوراسلام کے شورائی نظام کا ایک مکمل اورجامع موازنہ بھی پیش کردیا گیاہے۔ اسلوب کی سلاست اور روانی کی وجہ سے یہ کتاب عوام وخواص دونوں کے لیے یکساں مفید ہے۔کتاب پر مولانا سمیع الحق صاحب کے وقیع علمی مقدمہ کے علاوہ ،مولانا ڈاکٹرمحمود احمد غازیؒ ،مولانا سلیم اللہ خان صاحب اور مولانا مفتی تقی عثمانی سمیت دیگر اکابرین امت کے تقریظات و تاثرات سے مزین ہے جس نے کتاب کی اہمیت کومزید دوبالا کردیا۔کتاب عربی ،اردو ،فارسی اور پشتو سمیت چار زبانوں میں دستیاب ہے۔ ہم امید رکھتے ہیں کہ فاضل مؤلف کی یہ کتاب اسلامی سیاست وحکومت کے بارے میں سنجیدہ سوچ پیدا کرنے کے لیے دلیلِ راہ بنے گی ۔فاضل مصنف کا اندازسنجیدہ اورعالمانہ ہے۔حقیقت یہ ہے کہ اسلامی سیاسیات پر یہ کتاب ایک انسائیکلوپیڈیا کا درجہ رکھتی ہے۔ یہ کتاب تقریباً دوہزار(۲۰۰۰) صفحات پر مشتمل ہے۔ملنے کا پتہ : مکتبہ حقانیہ ،پشاور

موبائل:0347-9061408-0332-9957692

● داستان سرائے ....محمد عدنان زیب

ہر قوم کی شناخت اس کی تاریخ سے ظہور پذیر ہوتی ہے اور قوموں کی زندگی میں ان کی راہبران کی تاریخ ہوتی ہے اور جو قوم اپنی تاریخ ثقافت ادب اور روایات کھو بیٹھتی ہیں ان کا نام و نشان مٹ جاتا ہے دراصل تاریخ کے بنانے والے رجال کار ہی ہوتے ہین لیکن قحط الرجال کے اس دور میں رجال کار کو پہچاننا ان کی صلاحیتوں کواجا گر کرنا اور ان عظیم شخصیات کو آئندہ نسلوں میں متعارف کرانا اپنی قوم ماضی کی تاریخ سے جوڑ دیتی ہے اور ان شخصیات کو صحیح نہج اور شگفتہ اسلوب میں متعارف کرانا بھی دل گردے کا کام ہے یہی کام اکوڑہ خٹک سے تعلق رکھنے والے محترم جناب محمد عدنان زیب صاحب نے انجام دیا ہے

وادی محبت اکوڑہ خٹک کی تاریخ داستان سرائے کے نام سے لکھ کر نہ صرف اپنے علاقہ اکوڑہ خٹک قوم ،خوشحال خان خٹک ، شیخ الحدیث مولانا عبدالحق اور دیگر اہم شخصیات کی تاریخ ارقام فرمائی ہے بلکہ اردو ادب کے حوالے سے بھی ایک قابل فخر کارنامہ ہے داستان سرائے کو آٹھ ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے باب اول میں قبیلہ خٹک کی تاریخ اکوڑہ خٹک کی تاریخ اور تاریخ جغرافیائی سیاسی اہمیت افغان مہاجرین کی آباد کاری اکوڑہ خٹک کی ادبی اہمیت اکوڑہ خٹک اور شہدائے بالاکوٹ اکوڑہ خٹک میں دینی مدارس کا قیام دارالعلوم حقانیہ کا کردار اور الحق کی خدمات جیسے ایک اہم عنوانات پر خامہ فرسائی کی گئی ہے باب دوم میں فضلائے دارالعلوم دیو بند شیخ الحدیث مولانا عبدالحق ،مولانا بادشاہ گل ،مولانا عبدالرحیم ،مولانا عبدالنور سحروی ،حکیم اسرار الحق صدیقی ،مولانا عبدالقیوم، مولانا حضرت محمد عمر اور مولانا قاضی حبیب الرحمٰن جیسے اساطین علم کا تعارف وخدمات کا جائزہ لیا گیا ہے باب سوم میں اکوڑہ خٹک کی دیگر مذہبی شخصیات مولانا سید مہربان شاہ شیخ الحدیث مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ مولانا سمیع الحق مولانا انوار الحق مولانا قاضی انوار دین اور مولانا قاضی انوار الحق کی خدمات کا تذکرہ کیا ہے باب چہارم وپنجم میں اردو و پشتو شعراء نثر نگار اور ادیبوں کے نام و کام کا تعارف کیا گیا ہے ،باب ششم میں ان حضرات کا ذکر خیر ہے جو علم کتاب ادب علماء اور ادباء سے محبت رکھتے تھے ،باب ہشتم میں ان اصحاب قلم اور ارباب علم و دانش کے احوال کو لکھا گیا ہے جو کسی بھی غرض سے اکوڑہ خٹک میں مقیم ہیں اور انہوں نے اپنی علمی ادبی اور تصنیفی کام کا آغاز اکوڑہ خٹک سے کیا ہے، باب ہفتم میں مولف کے سفر نامے اور افسانے ہیں دو سو بتیس صفحات پر مشتمل یہ کتاب اگر ایک طرف وادی محبت اکوڑہ خٹک کی تاریخ ہے تو دوسری طرف تاریخ ساز رجال کار کا تذکرہ بھی ہے اور انہی اشخاص و افراد سے تاریخ زندہ رہتی ہے اور تاریخ ان پر فخر کرتی ہے محمد عدنان زیب صاحب قابل صدر تبریک و افتخار ہیں کہ انہوں نے وادی محبت کی تاریخ داستان سرائے لکھ کر نوجوانوں کو مستقبل کی تعمیر و استحکام کیلئے سنگ میل فراہم کیا داستان سرائے کو الخلیل پبلی کیشنز اکوڑہ خٹک نے شائع کیا ہے جو ظاہری و باطنی خوبیوں سے مالا مال ہے۔مولف محترم سے براہ راست منگوانے کے لئے رابطہ نمبر نوٹ فرمالیں 03339010930